

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، دلائل اور شبہات کا ازالہ

انوار الحجة فی وضع الیدین تحت السرة

مشہور اہل حدیث عالم
شیخ کفایت اللہ سنابلی کی کتاب

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر
کا ایک سرسری جائزہ

از

عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگری

بشرط اطلاع ہر ایک کو طباعت کی اجازت ہے

تفصیلات

نام کتاب	:	انوار الحجة فی وضع الیدین تحت السرة
تالیف	:	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، دلائل اور شبہات کا ازالہ عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگری
نظر ثانی:	:	مفتی محمد اجمل الامام جماع فاؤنڈیشن

☆ باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

☆ فصل اول: مرفوع احادیث

☆ حدیث بھل بن سعد رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری)

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (سنن نسائی و سنن ابوداؤد وغیرہ)

☆ حدیث طاووس رحمہ اللہ

☆ حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

☆ تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ فصل دوم: آثار صحابہ

☆ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة)

☆ حدیث عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

☆ باب دوم: احناف کے دلائل

☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (من النبی)

☆ حدیث انس رضی اللہ عنہ (من اخلاق النبوة)

☆ مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

☆ باب سوم: اقوال اہل علم

☆ تابعین کے اقوال

☆ ائمہ اربعہ کے اقوال

☆ سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول کسی سے مروی ہے یا نہیں؟

☆ باب چہارم عقلی دلائل

فہرست مفصل

☆ پیش لفظ

آوار البدر کا زیر تبصرہ نسخہ

سنائی صاحب کے بارے میں علماء اہل حدیث کی رائے

آوار البدر کے بارے میں علماء اہل حدیث کی رائے

چند ضروری باتیں

☆ آوار البدر کے عرض مؤلف پر ایک نظر

جھوٹا دعویٰ

دوسرا دعویٰ

تیسرا دعویٰ

آپسی معرکہ آرائی

چوتھا دعویٰ

☆ آوار البدر کے مقدمہ پر ایک نظر

امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک

☆ تقریظ پر ایک نظر

مناظر جماعت کی تحقیق

ایک اور جھوٹ

☆ باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

☆ فصل اول: مرفوع احادیث

☆ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری)

حدیث اہل بن سعد کا جواب

سنائی صاحب کی حدیث منہی

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (سنن نسائی و سنن ابوداؤد وغیرہ)

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا جواب

☆ حدیث طاؤس رحمہ اللہ

حدیث طاؤس رحمہ اللہ کا جواب

دو مجتہد کی تضاد بیانی

☆ حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ

حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کا جواب

سنائی صاحب کی عبارت منہی

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

حدیث وائل بن حجر کا جواب

مؤمل بن اسمعیل ضعیف ہے

اثبات باطل و ابطال حق

سنابلی صاحب کا خود ساختہ اصول

سنابلی صاحب کی منطق

سنابلی صاحب کا بہتان

سنابلی صاحب کی بدحواسی

☆ مقالہ: اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسمعیل

مقالہ: اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسمعیل پر سرسری نظر

مؤمل بن اسمعیل منکر الحدیث ہے

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی پہلی دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی دوسری دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی تیسری دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی چوتھی دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی پانچویں دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے بارے میں چار صحابہ کے اقوال مع تبصرہ

مؤمل بن اسمعیل کے بارے میں مؤلفین کے اقوال مع تبصرہ

ائمہ کرام پر بہتان

☆ تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿فصل لربک وانحر﴾

تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

مذکورہ عنوان پر تبصرہ

☆ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة...)

حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة...) کا جواب

سنابلی صاحب کی تضاد بیانی

☆ حدیث عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

حدیث عبد اللہ بن جابر کا جواب

ایک اور تضاد بیانی

☆ باب دوم: احناف کے دلائل

☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

☆ حدیث علی (من السنة)

ایک اور جھوٹا دعویٰ

امام نووی کی اندھی تقلید

☆ حدیث انس رضی اللہ عنہ (من اخلاق النبوة...)

حضرت انس بن مالک کی روایت پر اعتراض اور جواب

☆ مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

تحریف کی پہلی دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی تیسری دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی پانچویں دلیل اور اس کا جواب

☆ باب سوم: اقوال اہل علم

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے عداوت

☆ تابعین کے اقوال

☆ تابعی ابو مجلز رحمہ اللہ کا قول

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ کے قول پر اعتراض اور جواب

☆ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول پر اعتراض اور جواب

سنابلی صاحب کی خود غرضی

☆ ائمہ اربعہ کے اقوال

ائمہ ثلاثہ کی طرف غلط اور جھوٹی نسبت

صحابہ کرام کی طرف غلط نسبت

☆ باب چہارم: عقلی دلیل

احناف کی عقلی دلیل پر اعتراض اور جواب

سنابلی صاحب کی دھاندلی

☆ سنابلی صاحب کی کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کا خلاصہ

☆ حرف آخر

☆ ایک غلط فہمی مشورہ

☆ ماخذ و مراجع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين اما بعد!

قارئین کرام! حافظ محمود عبدالباری صاحب کا دیا ہوا ”انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر“ کا جو نسخہ اس وقت راقم کے سامنے ہے، وہ ۳۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف شیخ ابوالفوز ان کفایت اللہ صاحب سنابلی ہیں، مقدمہ نگار مشہور اہل حدیث عالم شیخ ارشاد الحق صاحب اثری ہیں، کمپیوٹرنگ کا کام شفیق احمد محمد عدیل صاحب محمدی نے کیا ہے، پروف ریڈنگ محمد ہاشم عبدالجبار صاحب الجامعی نے کی ہے، اور اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرا لا، ممبئی سے ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ پوری کتاب عرض ناشر، عرض مؤلف، مقدمہ، تقاریظ اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) عرض ناشر ص ۱۷ سے ص ۱۹ تک تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، جس کے رائٹر سرفراز صاحب فیضی ہیں۔

(۲) عرض مؤلف ص ۲۰ سے ص ۲۹ تک دس صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) مقدمہ ص ۳۰ سے ص ۳۳ تک چار صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) تقاریظ ص ۳۴ سے ص ۵۲ تک کل اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے، جن میں مفکر جماعت، سلطان القلم، فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی (علی گڑھ)۔ مناظر جماعت، فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی ناظم تعلیمات جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی۔ فضیلۃ الشیخ محفوظ الرحمن فیضی استاذ حدیث جامعہ محمدیہ کھید پورہ، ممبئی۔ فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیۃ اہل حدیث، ممبئی۔ ابوالمیزان ایڈیٹر دولسانی ماہنامہ ”دی فری لانسر“ ممبئی، اور ابو زید ضمیر حفظہم اللہ کی تحریریں شامل ہیں۔

(۵) اصل کتاب کا باب اول (جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل مذکور ہیں) ص ۵۳ سے ص ۲۵۸ تک کل ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں دو فصلیں ہیں، فصل اول میں مرفوع روایت اور فصل ثانی میں آثار صحابہ کا ذکر ہے۔

(۶) باب دوم (جس میں احناف کے دلائل کا ذکر ہے) ص ۲۵۹ سے ص ۳۶۸ تک کل ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بھی دو فصلیں ہیں، فصل اول میں مرفوع روایت اور فصل دوم میں آثار صحابہ کا ذکر ہے۔

(۷) باب سوم (جس میں اہل علم کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں) ص ۳۶۹ سے ص ۳۸۰ تک کل ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں تابعین اور ائمہ اربعہ کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) باب چہارم ص ۳۸۱ سے ص ۳۸۶ تک کل ۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں عقلی دلائل کا ذکر ہے۔

سنابلی صاحب کے بارے میں علماء اہل حدیث کی رائے

(۱) سنابلی صاحب کے بارے میں مفکر جماعت سلطان القلم فضیلۃ الشیخ عبدالمعید صاحب مدنی لکھتے ہیں:

”عزیز محترم کی راہ تحقیق اور تعبت کی راہ ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۶)

”تحقیق اور تعبت کا وہ طریقہ محدثین جس کو سنابلی صاحب نے اختیار کیا ہے، وہ جماعت کی بہت بڑی ضرورت ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۷)

”دینی، حدیثی تحقیقات کی جو راہ سنابلی صاحب نے اپنائی ہے اس کا تعلق حقیقی اور اصلی تحقیق سے ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۷)

”اپنی ذاتی محنت اور ماہر حاصل کو پوری علمی و دیانت داری کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں“۔ (انوار البدر ص ۳۸)

(۲) مناظر جماعت شیخ رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی لکھتے ہیں: محدثین کرام کے علوم و معارف سے استفادہ کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں آتا، لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ابوالفوز ان کفایت اللہ سنابلی کو یہ سلیقہ آتا ہے۔

(انوار البدر ص ۴۰)

(۳) شیخ عبدالسلام صاحب سلفی لکھتے ہیں: ممبئی کے مستند فاضل نوجوان اور علمی دنیا میں اپنی ایک خاص پہچان سے شہرت کی طرف گامزن شیخ کفایت اللہ سنابلی۔

(انوار البدر ص ۴۴)

(۴) ابو زید ضمیر لکھتے ہیں: کتاب کا حجم اور اس کے مباحث، اور حوالوں اور مراجع کی تفصیل، نسخوں اور طبعات کا جائزہ، تمام چیزیں مؤلف کے جذبات ثبات حق، وابطال باطل، اور محنت شاقہ کی دلیل و شاہد ہیں۔

(انوار البدر ص ۴۸)

انوار البدر کے بارے میں علمائے اہل حدیث کی رائے

(۱) زیر تبصرہ کتاب ”انوار البدر“ کے بارے میں رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی لکھتے ہیں: الحمد للہ اس (سینہ پر ہاتھ باندھنے کے) مسئلہ پر آج کی تاریخ تک سب سے طویل، وسیع، ضخیم اور بے مثال کتاب عزیز مولانا ابوالفوز ان کفایت اللہ سنابلی..... نے تالیف فرمائی ہے۔

تین سطر بعد لکھتے ہیں: اہل حدیث کے دلائل پر آج تک تمام وہ اعتراضات جو مقلدین کے کا بروصا غر و قفا فوقتاً کرتے رہتے ہیں ان کو پوری بصیرت کے ساتھ علمی شان و بنیادگی کے ساتھ ناصر رد کر دیا ہے؛ بلکہ.....

(انوار البدر ص ۴۰)

آگے ص ۴۱ پر لکھتے ہیں: مسئلہ کی تفہیم میں کوئی خلا نہیں چھوڑا گیا ہے، ہر قسم کی علمی تشکیکی کو معتبر علمی حوالوں سے مزین فرما کر دور کر دیا گیا ہے، لہجہ کی پسندیدگی، دلائل کی فراوانی اور استدلال کی پختگی قاری کو ضرور متاثر کرے گی۔

(۲) ابو زید ضمیر لکھتے ہیں: شیخ ابوالفوز ان کفایت اللہ سنابلی نے مزاج اہل حدیث کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر بڑی متانت اور علمی اصولوں کی مکمل رعایت کرتے ہوئے اہل حدیث کے موقف کو نہایت ہی عمدہ اور تفصیلی انداز میں ثابت کیا ہے۔ (ص ۴۸)

اس کے علاوہ شیخ عبدالعزیز مدنی، شیخ محفوظ الرحمن فیضی، شیخ عبدالسلام سلفی اور ابوالمیزان کے بقول بھی یہ علمی و تحقیقی کتاب ہے۔ (ص ۴۶-۴۳-۴۲-۴۱)

چند باتیں

قارئین کرام: اصل تبصرہ سے پہلے مندرجہ ذیل چند باتیں بھی ذہن نشین رکھیں، تاکہ فہم کتاب میں کوئی دشواری یا غلط فہمی نہ ہو۔

(۱) احناف کے یہاں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا صرف افضل ہے، فرض یا واجب نہیں، یعنی اگر کوئی شخص ناف سے اوپر یا سینہ پر ہاتھ باندھے یا باندھے ہی نا، بہر صورت اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

(۲) راقم کا مزاج افضل و مفضل پر قلمی معرکہ آرائی کر کے امت کو تشویش میں مبتلا کرنا اور امت کے ایک طبقہ پر تفصیل و تفسیق کا فتویٰ لگانے کا نہیں ہے۔ مگر چونکہ سنابلی صاحب کی پیش نظر کتاب سے قارئین کے ذہنوں میں بہت سارے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے تھے اس لئے مجبوراً ان کے ازالہ کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔

(۳) یہ کتاب چونکہ سنابلی صاحب کی کتاب ”انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر“ کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس لئے عموماً پہلے سنابلی صاحب کی عبارت انہیں کے دیئے گئے عنوان کے تحت درج کی گئی ہے، اس کے بعد جواب کے عنوان سے اس پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے؛ البتہ کہیں کہیں بلا عنوان ہی تبصرہ کر دیا گیا ہے۔

(۴) اس سرسری جائزہ میں سنابلی صاحب کی ہر بات اور ہر بحث کا محاسبہ اور جواب نہ تو مقصود ہے اور نہ ممکن؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عدیم الفرستی کی وجہ سے راقم نے موصوف کی پوری کتاب کا مطالعہ بھی نہیں کیا ہے؛ البتہ جستہ جستہ مطالعہ کے دوران جہاں جہاں قابل گرفت باتیں نظر آئیں، انہیں میں سے ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر چند باتوں کی نشان دہی کر دی گئی ہے، تاکہ دیگ کے چند دانوں سے پوری دیگ کی حالت کا اندازہ کیا جاسکے۔

(۵) اس ”جائزہ“ کی تسوید و ترتیب ۱۴۳۶ ہجری میں اس وقت عمل میں آئی جب راقم بحیثیت خادم ”مدرسہ تعلیم القرآن، چکالہ، اندھیری (ایسٹ) ممبئی میں مامور تھا۔

(۶) بوقت تحریر حتی الامکان یہ کوشش رہی ہے کہ یہ ”جائزہ“ طویل نہ ہوتا کہ قارئین کے لئے دشواری نہ ہو، اس لئے بہت ساری جگہوں پر اصل عبارت کے بجائے صرف اردو ترجمہ یا مفہوم لکھ دیا گیا ہے اور بعض جگہ صرف حوالہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

(۷) تقریباً تمام حوالے براہ راست بذریعہ laptop (لیپ ٹاپ) ”مکتبہ سلمہ“ کی کتابوں سے مأخوذ ہیں، البتہ کہیں کہیں سنابلی صاحب ہی کی کتاب سے حوالہ نقل کر دیا گیا ہے، پھر بھی بہت ممکن؛ بلکہ غالب ہے کہ اختلاف نسخ، کم علمی و بے بضاعتی یا سہو و نسیان کی بنا پر غلطی ہو گئی ہو، قارئین سے استدعا ہے کہ ہدف ملامت بنائے بغیر بغرض اصلاح مطلع فرمائیں۔

(۸) کسی حدیث یا عبارت پر تبصرہ کے وقت سنابلی صاحب یا پھر ان کا برومحدثین کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں، جو فریقین (احناف اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین دونوں) کے نزدیک قابل اعتبار؛ بلکہ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بقول اکثر ”اہل حدیث“ یعنی غیر مقلد تھے۔

(اہل حدیث ایک صفاتی نام)

(۹) اس کتاب میں جابجا ”جماعت اہل حدیث“ کو ”غیر مقلدین“ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے، جس کا مطلب صرف اور صرف ”تقلید نہ کرنے والے“ ہے، اس سے کوئی الزام یا چوٹ دینا ہرگز مقصود نہیں، پھر بھی اگر ناگوار گزرے، تو راقم سناہلی صاحب سمیت ”اہل حدیث“ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے تمام افراد سے معافی کا خواستگار ہے۔

(۱۰) اگر کسی کو اس جائزہ کے کسی مضمون، کسی حدیث پر تبصرہ یا کسی جواب پر کوئی اعتراض ہو، تو ارسال فرمائیں، ان شاء اللہ جواب دہی کی کوشش کی جائے گی۔
(۱۱) اس موقع پر راقم ان تمام حضرات کا شکر گزار ہے جنہوں نے جائزہ کو اس مرحلہ تک پہنچانے میں کسی طرح بھی تعاون کیا، خصوصاً حضرت مولانا عماد الدین صاحب قاسمی بستوی اور حافظ محمود عبدالباری صاحبان کا جنہوں نے نظر ثانی فرمائی اور ”انوار الہدٰی“ کا نسخہ عنایت فرمایا۔

عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگر

(انوار البدر کے عرض مؤلف پر ایک نظر)

(جھوٹا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰/۲ میں لکھتے ہیں کہ: صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی کہ نماز میں حالت قیام میں سینہ پر ”ہی“ ہاتھ باندھا جائے۔

جواب:

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا
چھاپہ کو اپنی بتاتا نہیں کوئی کھٹا
زکوحس وقت کوئی کس جاکے
حال کھل جائے گا سب اس کے کھرے کھوٹے کا

قارئین کرام! سنابلی صاحب کے اس دعویٰ میں کتنی صداقت و حقانیت ہے وہ تو اپنی جگہ پر آئے گا، سر دست اتنا بتاتا چلوں کہ سنابلی صاحب نے بزعم خویش کل ۶/۱ احادیث اور ۴/۱ آثار پیش کئے ہیں۔ جن میں سے:

(۱) صفحہ ۵۴ پر بخاری کے حوالہ سے نقل کردہ حضرت بھل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت اپنے موقف پر صریح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ”صدر“ بمعنی سینہ کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) صفحہ ۵۸ پر ابوداؤد و نسائی کے حوالہ سے نقل کردہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اپنے موقف پر صریح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) صفحہ ۶۵ پر حضرت طاؤس کی روایت میں سلیمان بن موسیٰ کے متکلم فیہ ہونے کے ساتھ یہ روایت مرسل و منقطع السند بھی ہے، جو فریق مخالف کے یہاں قابل استدلال نہیں۔

(۴) صفحہ ۸۲ کی حضرت بھل کی روایت میں سماک بن حرب اور قبیسہ متکلم فیہ ہیں۔

(۵) صفحہ ۸۳ کی ابن خزیمہ کی حدیث مؤمل بن اسمعیل کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۶) صفحہ ۱۹۱ کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد کا نام اور حالت معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسے ہیں۔

(۷) صفحہ ۲۰۰ کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں عمرو بن مالک النکری اور روح بن المسیب متکلم فیہ ہیں۔

(۸) صفحہ ۲۲۰ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے بارے میں علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی ابن کثیر کے حوالہ سے ”لایصح“ کہتے ہیں، یعنی حضرت علی کی یہ تفسیر صحیح نہیں۔

(۹) صفحہ ۲۴۲/۲۵۶ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ صریح بھی نہیں ہے، کیوں کہ ان میں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۲۵۶ کی حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی صریح نہیں، کیوں کہ ان میں بھی صدر بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے۔

سنابلی صاحب! اگر آپ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا ”ہی“ ثابت ہے، تو کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ناف کے نیچے اور اوپر ہاتھ باندھ کر کیوں صحیح احادیث اور صحیح آثار کی مخالفت کی؟ جو چیز صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ کے خلاف ہو اس کے مرتکب پر آپ کیا حکم لگائیں گے، مخالف قرآن و سنت، فاسق، بدعتی یا کچھ اور؟ صحابہ اور تابعین بھی اس جرم میں شریک ہوں گے یا نہیں؟ جو چیز صحیح صریح مرفوع مسند روایت سے ثابت ہی نہ ہو اس کو نماز جیسی اہم عبادت میں کوئی درجہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کس دلیل سے؟ اور کون سا... فرض، واجب، سنت، مندوب و مستحب یا جائز؟ اور اگر نہیں تو بعض صحابہ اور تابعین نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ اگر سینہ پر ہاتھ باندھنا ”ہی“ ثابت تھا تو صحابہ اور تابعین میں سے کیوں کسی کا عمل یہ نہیں رہا؟ سارے سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیجئے گا۔

تنبیہ: سنابلی صاحب نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ساری روایات کے متکلم فیہ رواۃ کا تفصیلی جواب دیا ہے اور ان پر ہونے والی جروح کا مکمل دفاع کرنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن اگر ان جوابات کا مقدمہ نگارش ارشاد الحق اثری کی اس عبارت سے موازنہ کیا جائے جسے راقم نے اسی کتاب کے حوالہ سے آگے ”مقالہ اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسمعیل“ کے تحت نقل کیا ہے تو شاید سنابلی صاحب کے سارے جوابات ”بیت عنکبوت“ سے بھی زیادہ بودے اور کمزور ثابت ہوں گے، اس لئے کہ

بلا شک و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ائمہ جراح، سنابلی صاحب کیا؟ ان کے اکابر و اسلاف سے بھی کہیں زیادہ محتاط اور متدین تھے۔ دوسرے یہ کہ متکلم فیہ رواقہ کے اگر انہیں جوابات کو ناف کے نیچے باندھنے والی روایات کے رواقہ پر چسپاں کر دی جائے تو شاید ان ساری روایات کو بھی سنابلی صاحب صحیح ماننے پر مجبور ہو جائیں۔
تنبیہ: قدرے تفصیلی جواب اپنی جگہ پر آئے گا ان شاء اللہ۔

(دوسرا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰، سطر ۴ میں لکھتے ہیں: احناف کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، حالاں کہ ان کے اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔
جواب: سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، مسلک احناف سے عداوت و بدظنی؛ بل کہ ترک تقلید کا شرہ یعنی ”انکار حدیث“ کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کی روایت ہے: حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن أبیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرة. وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔
کیا یہ حدیث صحیح صریح مرفوع مسند نہیں ہے؟ اور صحابی رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہیں بیان کر رہے ہیں؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اور آپ نے اسے تحریف سمجھا ہے، اور اس کی وجہ سے احناف کو خرف حدیث، خائن، ہٹ دھرم، تارک واجب بل کہ اللہ و رسول ﷺ کے خصوصی و واجبی حکم کا منکر ٹھہرایا ہے (انوار البدر ص ۳۱۱)، تو کس دلیل سے؟ کیا صرف اس لئے کہ: یہ روایت آپ کے مسلک کے خلاف ہے؟
اگر صرف اتنی بات کی وجہ سے تحریف ثابت ہو سکتی ہے، تو معاف کیجئے گا! آپ کے اکثر مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہی ہیں۔ (نمونہ کے لئے دیکھئے ”قرآن و حدیث اور مسلک اہل حدیث“، ”غیر مقلدین کا فرار، ایک دلچسپ داستان“ وغیرہ)
اور اگر وہ وجوہات ہیں جن کا آپ نے تذکرہ کیا، تو ملاحظہ کیجئے اسی کتاب کے آئندہ صفحات پر۔

(تیسرا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰، سطر ۶ میں لکھتے ہیں: (احناف کے موقف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں) بعض صحابہ کی طرف جو روایات منسوب ہیں وہ بھی سخت ضعیف اور مردود ہیں۔
جواب: حالاں کہ سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، تعصب اور مسلک احناف سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛ اس لئے کہ ”ابوداؤد“ ۲۰۱/ حدیث نمبر ۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۳۴۳/ حدیث نمبر ۳۹۴، دارقطنی ۳۴۲/ حدیث نمبر ۱۱۰۲، سنن کبریٰ بیہقی ۲۸۲/ حدیث نمبر ۲۳۳۱، احکام القرآن ۱۸۵/ نمبر ۳۲۷ کی صحابی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت: من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة. والی روایت کو جس راوی (عبدالرحمن بن اسحاق) کی وجہ سے ضعیف اور مردود کہا جا رہا ہے، اسی راوی کی روایت کو امام فہن امام ترمذی، علامہ البانی، امام حاکم، امام بزار، حافظ دہر علامہ ابن حجر عسقلانی، ابن خزیمہ، علامہ ابن القیم، ابن قدامہ رحمہم اللہ نے معتبر اور قابل استدلال قرار دیا ہے۔
(سنن ترمذی بتحقیق الالبانی ۱۰۸/۳ نمبر ۷۰۱، ۷۰۲، ۳۵۴ نمبر ۱۹۸۳، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶ نمبر ۳۵۲۳، مستدرک حاکم ۲۱/۱ نمبر ۱۹۷۳، مسند بزار ۲/۴۷۷ نمبر ۶۹۶، القول المسدد ۳۴/۱ الحدیث الخامس، صحیح خزیمہ ۳۰۶/۳ نمبر ۲۱۳۶، بدائع الفوائد ۹۱/۳، الکافی لابن قدامہ ۲۴۴/۱ باب صفة الصلاة)

سنابلی صاحب! ان ائمہ کے بالمقابل آپ کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کون ہوتے ہیں اس حدیث کو مردود کہنے والے؟ کیا یہاں حدیث کی تصحیح و تحسین ’راوی حدیث‘ عبدالرحمن بن اسحاق کی تصحیح و تحسین نہیں ہے؟ یا اب وہی امام ترمذی تسابیل ہو گئے؟ جو بقول مبارک پوری فن حدیث کے امام تھے، ان کی تصحیح و تحسین کے بعد ضعیف حدیث قابل استدلال اور معتبر ہو جاتی تھی، اور بقول ثمالی کی تصحیح و تحسین راوی حدیث کی تصحیح و تحسین تھی؟ (انور البدر ج ۱، ۴۱۱/۱) اور اسی تسابیل کی وجہ سے ان کی تصحیح کردہ روایت کو ضعیف و مردود قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا؟ امام حاکم کی تصحیح کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ حافظ عصر کا حفظ ختم ہو گیا؟ صرف دل میں کچھ کھٹکا ہونے سے ابن خزیمہ کی تصحیح سے اعتماد اٹھ گیا؟ ابن قیم کا علم ختم ہو گیا؟
سنابلی صاحب! [ضعیف ہے، یہ حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں، غلطی کرتے تھے اور محدثین ان کی حدیث میں اختلاف کرتے تھے، ضعیف کہا

جاتا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، غلطی کرتے تھے، بعض چیزوں میں غلطی کرتے ہیں، منکر ہیں اور ثقہ سے منکر بیان کرتے ہیں، سچے اور زیادہ غلطیاں کرنے والے ہیں، جمہور نے تضعیف کی ہے، سچے اور برے حافظہ والے ہیں، جیسے [جرح کے الفاظ منقول ہونے کے باوجود، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف نہیں ہوئی (ص ۱۷۱)؛ لیکن ابن خزیمہ کے دل میں کچھ کھٹکا ہونے سے یہ حدیث مردود کیوں ہوگئی؟ آخر یہ دو پیمانے کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ حدیث آپ کی مستدل ہے، اور یہ احناف کی؟ یا یہ اصول صرف آپ ہی کے لئے ہے؟۔

آپ نے ص ۲۷۵ سطر ۶ میں لکھا ہے کہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی (عبدالرحمن بن اسحاق) کو ضعیف اور متروک کہا ہے۔ کیا آپ ضعیف، متروک، مردود اور موضوع حدیث کی تعریف کر سکتے ہیں؟ ضعیف اور مردود میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر عسقلانی ”القول المسد“ ۱/۳۳۱ میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ سوچ سمجھ کر کچھ فرمائیے گا، اور ضرور فرمائیے گا۔

(آپسی معرکہ آرائی)

سنابلی صاحب اپنی صفائی پیش کرنے اور لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ اس (ہاتھ سینہ پر باندھا جائے یا ناف کے نیچے؟) سلسلے میں اولایان بازی اور قلمی معرکہ آرائی خود مقلدین (احناف) کی آپس ہی میں ہوئی، چنانچہ ”عرض مؤلف“ ص ۲۰ سطر ۸ پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ تلخ حقیقت ہے کہ اس (ہاتھ سینہ پر باندھا جائے یا ناف کے نیچے؟) موضوع پر کتابی سلسلہ پوری دنیا میں سب سے پہلے احناف ہی نے شروع کیا ہے وہ بھی آپس ہی میں ایک دوسرے کے خلاف ہے۔“ اس کے بعد اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن سندھی، شیخ ہاشم سندھی اور علامہ محمد حیات سندھی کو (مقلدین) احناف میں شمار کیا ہے۔ جب کہ سنابلی صاحب ہی کے ہم مسلک و مشرب؛ بلکہ شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی ان حضرات کو اہل حدیث (غیر مقلدین) میں شمار کرتے ہیں؛ چنانچہ مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”شیخ ابوالحسن اور شیخ حیات تو یقیناً مقلد نہیں تھے جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ شیخ ابوالحسن کے حواشی پر بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ مسند احمد دیکھیں جہاں جابجا مسائل اہل حدیث کو مانا اور ترجیح دی ہے اور مسائل حنفیہ کی پوری تردید کی ہے اور شیخ حیات کی تصنیفات فتح الغفوری وضع الایدی علی الصدور، الايقاف، شرح الربعین نوویدیکھیں اسی طرح علامہ عابد سندھی کی کتاب المواہب المطفیہ شرح مسند ابی حنیفہ بھی بتاتی ہے کہ محض مقلد نہیں تھا۔“ (تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید ص ۳۹)

اسی طرح خود سنابلی صاحب کی اسی کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ: ان (علامہ حیات سندھی) کی تصنیفات ”الايقاف علی سبب الاختلاف“ اور ”تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ سے ان کے مسلک کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح تقلید سے متنفر اور اتباع سنت کے جذبہ سے مسرور و معطر تھے۔

مزید لکھتے ہیں کہ: شیخ کے معروف شاگرد مولانا محمد فاخر زائر الہ بادی نے استاذ کی تعریف میں جو نظم کہی اس سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ وہ مقلد نہ تھے۔

چنانچہ اس نظم کا ایک شعر یہ ہے:

رستہ از جس ربقہ تقلید بستہ براجتہاد راے مزید

یعنی شیخ محمد حیات تقلید کی رسی سے آزاد تھے اور اجتہاد کے قائل تھے۔

(پاک و ہند میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث ص ۱۹)

اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم اور محدث حافظ زبیر علی زئی مرحوم (بقول محفوظ الرحمن فیضی: سنابلی صاحب جن کے بدل ہی نہیں نعم البدل ہیں) بھی علامہ

موصوف کو اہل حدیث (غیر مقلدین) میں شمار کرتے ہیں۔ (اہل حدیث ایک صفائی نام)

یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ سندھ کے یہ علمائے کرام خصوصاً علامہ حیات سندھی مقلد تھے یا غیر مقلد؟ مقلد تھے تو کس کے؟ اور اہل حدیث علماء نے انہیں

کیوں اہل حدیث اور غیر مقلد لکھا؟ اور اگر غیر مقلد تھے تو آپ کی طرح متعصب تھے یا معتدل؟ اور نہ ہی یہ بتانا ہے کہ آپ نے اپنے شیخ العرب والعجم، مقدمہ نگار اور

محدث عصر سے اختلاف کر کے حق گوئی سے کام لیا ہے یا غلط بیانی اور جھوٹ سے۔ اور اگر غلط بیانی اور جھوٹ کا سہارا لیا تو کیوں؟۔

عرض صرف یہ کرنا ہے کہ جن حضرات کو آپ کے شیخ العرب والعجم، آپ کے مقدمہ نگار اور آپ کے محدث عصر غیر مقلد اور اہل حدیث کہتے ہیں وہی مقلد اور

حنفی کیسے ہو گئے؟ اور انہیں مقلد ثابت کر کے احناف پر باہمی بیان بازی اور قلمی معرکہ آرائی کا الزام کیوں دے رہے ہیں؟ یا جتنے غیر مقلد اتنی رائے؟

(چوتھا دعویٰ)

سنابلی صاحب کے بقول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے۔ (عرض مؤلف ص ۲۱ سطر ۵-۸-۹) **جواب:** حالانکہ یہ بھی ایک جھوٹ ہے، اس لئے کہ پورے قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کا آپ مطالعہ کر لیں، کہیں بھی آپ کو کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں ملے گی، جس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خصوصی اور واجبی حکم موجود ہو۔ اور جہاں تک رہی سنابلی صاحب کی پیش کردہ آیت اور احادیث و آثار، تو ان میں سے کچھ صحیح ہیں لیکن سنابلی صاحب کے موقف پر صریح نہیں اور جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں۔

سنابلی صاحب! خیر چلئے تھوڑی دیر کے لئے بالفرض آپ کے اس دعویٰ کو تسلیم ہی کر لیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے، تو آپ سے انہیں سارے سوالات کے جوابات کا ایک پھر مطالبہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے تو بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ناف کے نیچے اور اوپر ہاتھ باندھ کر کیوں فرمان الہی اور حکم رسول کی مخالفت کی؟ جو چیز اللہ و رسول ﷺ کے واجبی و خصوصی حکم کے خلاف ہو اس کے مرتکب پر آپ کیا حکم لگائیں گے، مخالف قرآن و سنت، فاسق، بدعتی یا کچھ اور؟ صحابہ اور تابعین بھی اس جرم میں شریک ہوں گے یا نہیں؟ مزید یہ کہ جو چیز اللہ و رسول کے واجبی و خصوصی حکم کے خلاف ہو اس کو نماز جیسی اہم عبادت میں کوئی درجہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کس دلیل سے؟ اور کون سا... فرض، واجب، سنت، مندوب و مستحب یا جائز؟ اور اگر نہیں تو بعض صحابہ اور تابعین نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ سارے سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیجئے گا۔

(انوار البدر کے مقدمہ پر ایک نظر)

(امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک)

کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری کتاب کے ص ۳۰ سطر ۷ میں لکھتے ہیں کہ: بعض نے ناف سے اوپر اور بعض نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ فقہاء کرام میں امام اسحاق بن راہویہ کا یہی موقف ہے چنانچہ امام اسحاق بن منصور الکوفی نے مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ ج ۲ ص ۵۹۱ سوال ۳۴۶۸ کے تحت ذکر کیا ہے کہ: ”یضع یدہ علی صدرہ او تحت الثديین“ کہ امام اسحاق اپنے ہاتھ پستان پر یا پستانوں سے نیچے رکھتے تھے۔

جواب: اثری صاحب! امام نووی، امام ابن المنذر، علامہ ابن قدامہ حنبلی، علامہ قرطبی، علامہ ابن عبد البر، علامہ حیات سندھی، علامہ شمس الحق عظیم آبادی، بل کہ خود امام اسحاق بن الکوفی کی عبارات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق بن راہویہ کا مسلک امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری، اور امام نخعی کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا رہا ہے۔ تو آپ کس حوالہ سے ان کا مسلک سینہ پر ہاتھ باندھنا نقل فرما رہے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ:

☆ ”المجموع شرح المہذب“ میں ہے: قال ابو حنیفہ و الثوری و اسحاق یجعلہما تحت سرتہ و بہ قال ابو اسحق المروزی. یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔ (۳/۳۱۳ مسائل منشورۃ تتعلق بالرفع)

☆ ”شرح النووی علی مسلم“ میں ہے: قال ابو حنیفہ و سفیان الثوری و اسحاق بن راہویہ و ابو اسحاق المروزی من اصحابنا یجعلہما تحت سرتہ (۳/۱۱۳ باب وضع یدہ الیمنی). یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ہمارے اصحاب شوافع میں سے ابو اسحاق مروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

☆ ”الأوسط فی السنن والایجماع والاختلاف“ میں ہے: عن أبی ہریرۃ قال: ﴿من السنة أن يضع الرجل یدہ الیمنی علی البسری تحت السرة فی الصلاة﴾ و بہ قال سفیان الثوری و اسحاق، قال اسحاق تحت السرة أقوى فی الحديث و أقرب الی التواضع. یعنی اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (ص ۹۴/۳ نمبر ۱۲۹۱ ذکر وضع بطن کف الیمنی علی طہر کف البسری والرسغ والساعد جميعا)

☆ ”المغنی لابن قدامہ“ میں ہے: فروی عن أحمد أنه يضعهما تحت سرتہ روى ذلك عن علی و أبی ہریرۃ و أبی مجلز و النخعی الثوری و اسحاق. امام احمد سے مروی ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے، یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، ابو مجلز، امام نخعی، امام ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے (بھی)

☆ ”البيان في مذهب الامام الشافعي“ میں ہے: قال ابو اسحاق في ”الشرح“ اذا وضع يديه احدهما على الأخرى... جعلهما تحت سرتة. وهو مذهب أبي حنيفة واسحاق بن راهويه. ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ: جب اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے... تو ان دونوں کو ناف کے نیچے رکھے اور یہی امام ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کو مذہب ہے۔

(ص ۵۲/۱ باب صفة الصلاة مسألة موضع اليدين عقب التكبير)

☆ ”تفسير قرطبي“ میں ہے: قال سعيد بن جبیر واحمد بن حنبل فوق السرة وقال لا بأس ان كانت تحت السرة وقالت طائفة توضع تحت السرة وروى ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي وأبي مجلز وبه قال سفيان الثوري واسحاق. یعنی سعید بن جبیر اور امام احمد ناف کے اوپر کے قائل ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر ناف کے نیچے رکھے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ ناف کے نیچے رکھا جائے، یہی حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، ابراہیم نخعی اور ابو مجلز سے مروی ہے، اور سفيان ثوري اور اسحاق بن راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲۰/۲۲)

☆ ”التمهيد لابن عبد البر“ میں ہے: قال الثوري وأبو حنيفة واسحاق أسفل السرة.... وهو قول أبي مجلز. امام سفيان ثوري، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھے..... اور یہی ابو مجلز کا قول (بھی) ہے۔

(التمهيد ۵۲۰- مقدم نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام زیر علی زنی ص ۶)

☆ ”فتح الغفور في وضع الأيدي على الصدور“ میں ہے: تحت السرة وهو مذهب الامام أبي حنيفة..... وبه سفيان الثوري، وابن راهويه وأبو اسحاق المروزي. یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے..... اور اسی کے قائل سفيان ثوري، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۶۸/۱)

☆ ”عون المعبود وحاشية ابن القيم“ میں ہے: الحديث استدلل به من قال ان الوضع يكون تحت السرة وهو أبو حنيفة وسفيان الثوري واسحاق بن راهويه وابو اسحاق المروزي من اصحاب الشافعي. (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ) حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے، اور یہ ابو حنیفہ، سفيان ثوري، اسحاق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۲/۳۲۳)

☆ ”مسائل الامام احمد واسحاق بن راهويه“ میں ہے: قلت اذا وضع يمينه على شماله اين يضعهما قال فوق السرة وتحت كل هذا ليس بذاك قال اسحاق كما قال تحت السرة اقوى في الحديث واقرب الى التواضع. یعنی اسحاق بن راہویہ کے بقول ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (۲/۵۵۱ رقم ۲۱۴)

اثری صاحب! آپ کے ممدوح شیخ سنابلی صاحب تو کہتے ہیں کہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، تو کیا یہ عبارتیں اور یہ کتابیں آپ کی نظر سے نہیں گذریں؟ یا سب کچھ جاننے، سننے، دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود صرف بر بنا لے تعصب و عناد البانی صاحب کی اندھی تقلید میں ایسا لکھ مارے؟ سنابلی صاحب! اثری صاحب تو بہت دور ہیں، لیکن آپ اور آپ کے تقریظ نگار مدنی، سلفی، مناظر جماعت، مفکر جماعت اور استاذ حدیث یہ سب تو قریب ہیں، کیا آپ اور آپ کی پوری یہ البانی اور شوکانی پارٹی اثری صاحب کی پیش کردہ عبارت کو مذکورہ حوالہ سے نہیں؛ بل کہ پوری کتاب میں کہیں سے بھی دکھا سکتی ہے؟ لیکن اصل بات تو وہی ہے کہ:

نہ خجرا ٹھے ہے نہ تلوار تم سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور ہاں ص ۹/۸۵۱/۳۵۴ کی عبارت ”یضع يديه على ثدييه او تحت الثديين“ بھی بھول جائیے، اس لئے کہ اس کا تعلق زیر بحث مسئلہ سے نہیں؛ بل کہ قوت وتر سے ہے، جیسا کہ آپ کے علامہ البانی نے ”ارواء الغلیل ۱/۲ نمبر ۳۵۴“ پر پوری عبارت نقل کی ہے: ”كان اسحاق يوتر بنا... ويرفع يديه في القنوت ويقنت قبل الركوع ويضع يديه على ثدييه او تحت الثديين، اور بقول محشی اس کا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن راہویہ قنوت کے لئے اپنے ہاتھوں کو چھاتیوں تک یا ان کے قریب تک لے جاتے تھے۔ نہ یہ کہ ان کو سینہ پر رکھتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا، اور اثری صاحب کا ان کی طرف سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔

(مناظر جماعت کی تحقیق)

صفحہ ۳۹ پر مناظر جماعت فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عنہ عبد الکریم صاحب مدنی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ: مذاہب فقہیہ میں شوافع، حنابلہ اور موالک میں اہل تحقیق سینہ پر بنی ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں۔

جواب: عبد الکریم صاحب! آپ نے کتابوں کا مطالعہ کر کے یہ عبارت لکھی ہے، یا یوں ہی اثری اور سنابلی صاحبان کی اندھی تقلید میں؟ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ موالک میں سے غیر محققین کے علاوہ شوافع، حنابلہ اور موالک سینہ پر ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں؟ اتنا بھاری بھر کم دعویٰ کرنے سے پہلے کم از کم ان مسالک پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کر لئے ہوتے! یا اب کسی کی اندھی تقلید میں لکھ دینے کا نام ہی تحقیق ہو گیا ہے؟

(ایک اور جھوٹ)

یہی مناظر صاحب اسی صفحہ پر کچھ سطر نیچے لکھتے ہیں کہ: صرف چند ضدی مقلدوں کے علاوہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل کسی نہیں۔

جواب: مناظر صاحب! اگر دیگر مسالک کی کتابیں عربی عبارات کی پے چیدگی یا کم فہمی کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تھے، تو کم از کم اپنے علامہ حیات سندھی کی کتاب ”فتح الغفور“ علامہ مبارکپوری کی ”تحفۃ الاُحوذی“ اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی ”عون المعبود“ ہی کا مطالعہ کر لئے ہوتے! جن کی کتابوں پر آپ کے اس مسئلے کا مدار ہے، اور جس کے بل پر آج آپ کی جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے احناف پر تحریف کا الزام و اتہام لگایا جا رہا ہے۔

خیر جو ہوا سو ہوا، اسے چھوڑئے، اب براے مہربانی اسی کتاب کا پورا بغور مطالعہ فرمائیں، اس کے بعد بتائیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل صرف چند ضدی مقلدوں کا ہے؟ یا چند نفس پرست غیر مقلدین کے علاوہ پوری دنیا اسی پر عمل پیرا ہے؟ ہاں عورتیں مستثنیٰ ہیں، اس کا جواب اپنی جگہ پر۔

قارئین کرام! آپ ان مناظر صاحب کی علمی صلاحیت اور مسالک کی نئی تحقیق سے حیران مت ہوئے گا، اس لئے کہ یہ وہی مناظر جماعت صاحب ہیں جو کبھی کبھی جب اپنے مجتہد رنگ میں آتے ہیں تو ”سلفی“ کو سالف کی جمع لکھ دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے اس اجتہاد پر فخر بھی کرتے ہیں۔

باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

فصل اول: مرفوع احادیث

حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

سنابلی صاحب ص ۵۴ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی پہلی دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك عن أبي حازم، عن سهل بن سعد، قال كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل اليد اليمنى على ذراع اليسرى في الصلاة.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ذراع پر رکھے۔ (بخاری)

۱۰۲/۱ بحوالہ انوار البدر ص ۵۴

جواب: یہ روایت غیر صریح ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں، اس لئے کہ اس روایت میں کہیں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے، جس کی بناء پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اثبات اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا انکار کیا جائے۔ اور لفظ ذراع سے استدلال کرنا ”اصول اہل حدیث (باستثناء اجتہاد و قیاس، قرآن و حدیث)“ سے فراموشی کے ساتھ ساتھ حدیث رسول کے ساتھ چکانہ مذاق بھی ہے۔

(سنابلی صاحب کی حدیث فہمی)

سنابلی صاحب ص ۵۴ پر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ غیر صریح روایت نقل کرنے کے بعد ص ۵۵ پر ”کتب لغت“ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ”ذراع“ (یعنی کہنی سے بچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

جواب: سنابلی صاحب! کب سے لغت کی کتابیں آپ کے دین و اسلام میں داخل ہو گئیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ قرآن حدیث اس مسئلہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے رہا ہے، جس کی وجہ سے لغت کا سہارا لینا پڑا؟ کیا آپ اپنا اصول:

قرآن اور حدیث رسول

ہم اہل حدیث کے دو اصول

بھی بھول گئے؟ اچھا چھوڑئے! یہ بتائیے کہ آپ نے اس کا تجربہ کیا ہے؟ یا یوں ہی کسی کی اندھی تقلید میں لکھ دیئے ہیں؟ یا اب حدیث فہمی بھی بچوں کا کھیل بن گئی؟۔
قارئین! اگر آپ اس کا تجربہ کریں تو شاید آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ سنابل کی صاحب کی حدیث فہمی اور حدیث دانی کسی ایسی مچھر دانی سے کم نہیں جس میں ایک بھی مچھر نہ گھس سکتے ہوں، اس لئے کہ ذرا ع کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک کو کہتے ہیں، اور ہاتھ بڑا ہے ذرا ع چھوٹا بلکہ اس صورت میں اگر دایاں ہاتھ پوری بائیں ذرا ع (کہنی کے قریب) پر رکھا جائے تو ہاتھ سینے کے اوپر نہیں جائے گا جیسا کہ سنابل کی صاحب کی خام خیالی ہے۔ اور اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ذرا ع (انگلیوں کے قریب یعنی ہتھیلی یا گنہ یا اس کے کچھ آگے کلائی) پر رکھا جائے تو ہاتھ بائیں ناف کے نیچے آ سکتا ہے۔

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

(سنن نسائی والیوداؤد وغیرہ)

سنابل کی صاحب ص ۵۸ / پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دوسری دلیل نقل کرتے ہیں:

أخبرنا سويد بن نصر قال أنا عبد الله بن المبارك عن زائدة قال نا عاصم بن كليب قال حدثني أبي ان وائل بن حجر أخبره قال: قلت لأنظرون الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلى فنظرت اليه فقام فكبر ورفع يديه حتى حادثا بأذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ الساعد.

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر تحریرہ کی اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں تک اٹھائے پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر اور بازو کے گٹے پر رکھا۔

(نسائی ۸۸۹، أبو داؤد رقم ۷۲۷، صحیح ابن حبان رقم ۱۸۶۰، انوار البدر ص ۵۸)

جواب: یہ روایت بھی غیر صریح ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں، اس لئے کہ اس روایت میں بھی کہیں ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں، جس کی بناء پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اثبات اور ناف کے نیچے باندھنے کا انکار کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں ”ورفع يديه حتى حادثا بأذنيه“ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھایا) کے الفاظ بھی ہیں، جس پر شاید خود سنابل کی صاحب بھی عمل نہیں کرتے، اس لئے کہ وہ کندھے یا مونڈھے تک اٹھاتے ہیں۔

تنبیہ: قارئین کرام! حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طریقے سے تھا کہ گٹے اور بازو کے کچھ حصہ تک پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کی شکل یہ ہوگی کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کے گٹے سے آگے کچھ باز و پرکھی ہوئی ہوں۔ اس صورت میں ہاتھ ناف کے نیچے ہی جائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، اور سنابل کی صاحب کی حدیث دانی وحدیث فہمی پر داد دیجئے۔

حدیث طاؤس رحمہ اللہ

سنابل کی صاحب ص ۶۵ / پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تیسری دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو توبة، حدثنا الهيثم يعني ابن حميد، عن ثور عن سليمان بن موسى، عن طاؤس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع يده اليمنى على يده اليسرى، ثم يشد بهما على صدره وهو فى الصلاة.

حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھتے اور انہیں اپنے سینے کے اوپر باندھا کرتے تھے۔

(سنن أبی داؤد ۵۱۲ / ۱ بحوالہ انوار البدر ص ۶۵)

جواب: غیر مقلدین کے لئے اس روایت سے استدلال کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔ اولاً: اس لئے کہ اس میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ ہے، جس کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں: ”عنده مناكير“ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں: ”ليس بالقوى فى الحديث“ وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: ”قد روى أحاديث ينفرد بها لا يروىها غيره“ وہ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جس میں دوسرے لوگ اس کی متابعت نہیں کرتے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: ”فى حديثه بعض الاضطراب“ اس کی احادیث میں کچھ اضطراب ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ”فى حديثه بعض لين“ اس کی حدیثوں میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ امام عقیلی کہتے ہیں: ”مطعون عليه“ وہ مطعون ہے۔

(الضعفاء الصغیر ۷۰ / ۱، التاریخ الکبیر ۳۸ / ۴، الضعفاء والمتروکین للنسائی ۱ / ۹، الضعفاء والمتروکین ۲۵۲، الضعفاء والمتروکین)

ثانیاً: یہ روایت مرسل ہے، اس لئے کہ طاؤس صحابی رسول نہیں؛ بلکہ تابعی ہیں، اور جماعت اہل حدیث کے نزدیک مرسل روایت ضعیف اور ناقابل استدلال؛ بلکہ سنابلی صاحب کی اصطلاح میں مردود ہوتی ہے، چنانچہ علامہ عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں: المرسل علی القول الراجح لیس بحجة. مرسل حدیث راجح قول کے مطابق قابل استدلال نہیں ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں: المقطوع لایقوم بہ الحجة. یعنی منقطع السند حدیث قابل استدلال نہیں۔ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ بلکہ دوسرے پہلے خاص اسی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(تحفة الأحوذی ۹۹/۲ باب رفع الیدین عند الرکوع،

عون المعبود ۳۲۵/۲، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۴)

سنابلی صاحب! رہ گیا آپ کا یہ عرض کرنا کہ احناف کے یہاں مرسل روایت حجت ہوتی ہے۔ (بحوالہ مذکورہ) تو یہ تو صحیح ہے؛ لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ جب احناف کے یہاں حجت ہے، تو اسے احناف کے لئے ہی چھوڑ دیجئے، وہ خود فیصلہ کر لیں گے کہ کیا کرنا ہے۔ آپ تو کوئی صحیح صریح مرفوع مسند اور متصل روایت پیش کیجئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کی یہ روایت مرسل و متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے جماعت اہل حدیث کے لئے قابل استدلال نہیں، خصوصاً جب کہ دوسری مرفوع حقیقی و حکمی اور موقوف احادیث کے خلاف ہو۔

(دو مجتہد کی تضاد بیانی)

سنابلی صاحب اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ روایت مرسل بالکل صحیح ہے۔ (ص ۶۵)

لیکن سنابلی صاحب کے ہی ہم مسلک و مشرب اور مشہور اہل حدیث عالم بلکہ ذہبی وقت حافظ زبیر علی زئی صاحب راوی حدیث الہیثم کو حسن الحدیث کہتے ہیں۔ اب سنابلی صاحب اور ان کے معتقدین ہی بتائیں گے کہ حسن الحدیث راوی کی روایت صرف صحیح نہیں؛ بلکہ ”بالکل صحیح“ کیسے ہو گئی؟

حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ

سنابلی صاحب ص ۸۲ پر سیمہ پر ہاتھ باندھنے کی چوتھی دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا یحییٰ بن سعید، عن سفیان، حدثنی سماک، عن قبیصة بن ہلب، عن أبیہ قال: رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ، ورأیتہ قال: یضع ہذہ علی صدرہ ووصف یحیی: الیمنی علی الیسری فوق المفصل.

ہلب الطائی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں ہر دو اطراف سے پھرتے تھے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہاتھ کو (دوسرے ہاتھ پر رکھ کر) اپنے سینے پر رکھتے تھے، یحییٰ بن سعید نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھ کر بتایا۔ (مسند احمد المیمنة ۲۶۱/۵ بحوالہ انوار البدر ص ۸۲)

جواب: یہ روایت متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے، اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی سماک بن حرب ہے، اس کے بارے میں امام نسائی کہتے ہیں: ”لیس بالقوی“ (وہ حدیث میں مضبوط نہیں ہے)۔ امام سفیان ثوری کہتے ہیں: ”ضعیف“ (ضعیف ہے)۔ امام احمد کہتے ہیں: ”مضطرب الحدیث“ (مضطرب الحدیث ہے)۔ امام علی بن مدینی کہتے ہیں: ”مضطرب“ (مضطرب ہے)۔ محمد بن عبد اللہ الموصلی کہتے ہیں: ”یغلط ویختلفون فی حدیثہ“ (غلطی کرتا ہے اور محدثین اس کی حدیثوں سے اختلاف کرتے ہیں)۔ امام صالح بن محمد کہتے ہیں: ”ضعف“ (ضعیف کہا گیا ہے)۔ امام ابن حبان کہتے ہیں: ”یخطئ“ (بہت غلطیاں کرتا ہے)۔ اور امام دارقطنی کہتے ہیں: ”مسیء الحفظ“ (برے حافظہ والا ہے)۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں: ”ضعفہ شیبہ“ (امام شیبہ نے ضعیف قرار دیا ہے)۔ ابن عمار کہتے ہیں: کان ”یغلط“ وہ غلطی کرتا تھا۔ صالح کہتے ہیں: ”یضعف“ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز کہتے ہیں: عند احمد مرفوعاً و موصولاً لکن الحدیث ضعیف. امام احمد نے مرفوع اور موصول نقل کیا ہے لیکن حدیث ضعیف ہے۔

(انوار البدر ص ۱۲۰ [ازالة الکوب عن توثیق سماک بن حرب]. تحفة الأحوذی ۸۱/۲ باب ماجاء فی وضع الیمین....، شرح زاد المستقنع للحمد ۲۹/۵)

دوسرے راوی قبیصة بن ہلب ہیں، جن کے بارے میں امام نسائی اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ: مجہول ہے۔ محقق شعیب الارناؤط اس حدیث کی سند کے

بارے میں فرماتے ہیں: هذا اسناد ضعيف لجهالة قبيصة بن هلب. قبيصة بن هلب کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔

(انوار البدر ص ۸۴، مسند احمد الرسالة بتحقيق شعيب الأرنؤوط ۳۶/۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس کی سند کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ بقول علامہ مبارکپوری کوئی ضروری نہیں کہ صحت سند صحت متن کو مستلزم ہو، اور یہاں صورت حال کچھ ایسی ہی لگ رہی ہے، اس لئے کہ حضرت ہلب کی یہی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں ”ابوالاحوص عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، دارقطنی میں ”عبدالرحمن بن مہدی و وکیع عن سفیان عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، ”التمہید لابن عبدالبر“ میں ”وکیع عن سفیان عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، اور ”مسند احمد“ میں ”شریک عن سماک عن قبيصة بن هلب عن أبيه“ کی سند سے ہے؛ لیکن کسی میں بھی علی صدرہ (سینہ پر) کی زیادتی نہیں ہے۔

(ترمذی ۳۲۲/۲، ابن ماجہ ۲۶۶/۲، دارقطنی ۳۳۲/۲، التہمید لابن عبدالبر ۴۲۰/۷، مسند احمد ۳۶/۳۰۱)

تیسری بات یہ ہے کہ راوی حدیث حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”علی صدرہ“ (سینہ پر) والی زیادتی ان تمام ثقہ راویوں کی روایت؛ بلکہ خود سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مسلک خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ، غیر معتبر اور ناقابل استدلال ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت متکلم فیہ، علی صدرہ (سینہ پر) کے مشکوک اور خود راوی حدیث سفیان ثوری رحمہ اللہ کے اس کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

(سنابلی صاحب کی عبارت فہمی)

سنابلی صاحب ص ۸۲ پر حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر آگے جن ائمہ کے حوالہ سے اس کی صحت کی دلیل پیش کی ہے، ان میں سے امام ترمذی، ابوعلی ابن منصور الطوسی (التونی ۳۱۲)، امام ابو محمد البغوی براہ راست حدیث کی نہیں؛ بل کہ راوی حدیث قبيصة بن هلب کی صرف تحسین کی ہے، صحیح نہیں۔ اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی اپنی کتاب ”نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۶-۲۵ اور ۳۸“ پر لکھتے ہیں کہ: قبيصة حسن الحدیث ہیں۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی صرف تحسین کی ہے، صحیح نہیں؛ بل کہ خود سنابلی صاحب ہی آگے ص ۸۷ پر لکھتے ہیں: ”کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ راوی (قبيصة بن هلب) حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی کم از کم حسن الحدیث ہے۔“ اب سوال یہ ہے کہ کیا سنابلی صاحب کے یہاں صحیح اور حسن برابر ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو اب ”کتب فقہ“ اور ان کے مصنفین کی طرح ”علوم الحدیث“ کی کتابوں اور ان کے مصنفین سے بھی اعتماد ختم کر لیجئے، اس لئے کہ محدثین نے ان کو الگ الگ شمار کیا ہے۔ اور اگر دونوں الگ الگ ہیں، تو حسن الحدیث راوی کی روایت صحیح کیسے ہوگئی؟

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

(صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

سنابلی صاحب ص ۱۴۳ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی پانچویں دلیل نقل کرتے ہیں:

نا أبو موسى، نامؤمل، نا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن أبيه عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره. یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھا۔

(صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱ رقم ۴۷۹، سنن بیہقی ۳۰/۲ رقم ۶۶۲۱،

احکام القرآن للطحاوی ۱۸۶/۱ رقم ۳۲۸ بحوالہ انوار البدر ص ۱۴۳)

جواب: یہ حدیث چند وجوہ ناقابل استدلال ہے، اولاً: اس لئے کہ اس میں ایک راوی سفیان بن سعید الثوری ”مدلس“ ہیں اور ”عن“ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں، اور اہل حدیث حضرات کے لئے مدلس کے ”معنعن“، خصوصاً اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری مدلس ہیں؛ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۲۰-۳۷)

ثانیاً: اس لئے کہ اس میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہے، جن کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں: کان من العباد لکنہ مرجی۔ ابن المدینی کہتے ہیں: لایحتج بما انفرد بہ۔ جب یہ کسی روایت میں منفرد ہوں تو ان کی وہ روایت قابل استدلال نہیں ہوگی۔ شریک بن عبداللہ نخعی کہتے ہیں: کان مرجیاً۔ مرجعہ تھے۔ (میزان الاعتدال ۳۵۶/۲ نمبر ۴۰۶۳، تہذیب التہذیب ۵/۵۶ نمبر ۸۹، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ۷۰/۲ نمبر ۱۷۰)۔ اور مشہور اہل حدیث محدث علامہ عبدالرحمن مبارکپوری انہی جروح کی بنا پر ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ان کی روایت کو غیر صحیح کہہ چکے ہیں۔

(تحفة الأحوذی ۹۶/۲ باب رفع یدین عند الرکوع)

دوسرا راوی مؤمل بن اسماعیل ہے، جو محدثین؛ بلکہ اکابرین اہل حدیث کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ چناں چہ:

(۱) امام بیہقی فرماتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل وضعفه الجمهور. مؤمل بن اسماعیل کو..... جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: فیہ مؤمل بن اسماعیل وضعفه جماعة. مؤمل بن اسماعیل کو..... ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تیسری جگہ لکھتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل وضعفه البخاری وغيره. مؤمل بن اسماعیل کو..... امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

چوتھی جگہ لکھتے ہیں: وضعفه البخاری وغيره. مؤمل بن اسماعیل کو امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد نمبر ۸۰۶۸ و نمبر ۸۵۶۳ و ۸۸/۵ و ۸۹/۷ و ۱۲۸/۷ نمبر ۱۱۳۳)

(۲) امام مروزی فرماتے ہیں: کان سیئ الحفظ کثیر الغلط۔ یہ بڑے حافظ والے تھے اور زیادہ غلطی کرتے تھے۔

(تعظیم قدر الصلاة ۵۷۲/۲ بحوالہ انوار البدر ص ۱۸۰)

(سنن النسائی الكبرى ۲۶/۶ بحوالہ انوار البدر ۱۸۱)

(۳) امام نسائی فرماتے ہیں: کثیر الخطأ۔ زیادہ غلطی کرتے تھے۔

(۴) علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: مؤمل فی حدیثہ عن الثوری ضعف. مؤمل بن اسماعیل سفیان ثوری سے روایت میں ضعیف ہے۔

(فتح الباری ۲۳۹/۹ نمبر ۵۱۷۲ بحوالہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۳۵)

(۵) علامہ البانی فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف لأن مؤملاً وهو ابن اسماعیل سیئ الحفظ. مؤمل بن اسماعیل بڑے حافظ والا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الألبانی ۲۳۳/۱ رقم ۴۷۹)

(۶) علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل وهو صدوق سیئ الحفظ. مؤمل بن اسماعیل سچا، بڑے حافظ والا ہے۔

(تحفة الاحوذی ۱۰۸/۹ رقم ۳۲۶۶)

(۷) امام یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: قد یجب علی اهل العلم أن یقفوا عن حدیثہ، ویتحفظوا من الروایة عنہ، فانه منکر یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا وهذا أشد. اہل علم پر واجب ہے کہ ان سے حدیث لینے میں محتاط رہیں اور ان سے بہت کم روایت کریں، کیونکہ یہ منکر ہیں اور ہمارے ثقہ مشائخ سے مناکیر بیان کرتے ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

(المعرفة والتاریخ للفسوی ۵۲/۳ بحوالہ انوار البدر ص ۱۷۲)

(۸) امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل ”منکر الحدیث“ ہے؛ چنانچہ

(۱) ”تہذیب الکمال ۸/۲۹ نمبر ۶۳۱۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۲) ”تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱ نمبر ۶۸۲“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۳) ”میزان الاعتدال ۲۲۸/۴ نمبر ۸۹۴۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۴) ”المغنی ۲/۶۸۹ نمبر ۶۵۴۷“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۵) ”من تکلم فیہ وهو مؤثقت أمریر ۱/۱۸۳ نمبر ۳۴“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۶) ”خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال ۱/۳۹۳“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث. امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

ہے۔

- (۷) ”معانی الأخبار ۳/ ۹۹ نمبر ۲۳۱۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔
 (۸) ”فیض القدير ۵/ ۲۲۸“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔
 (۹) ”التكمیل فی الجرح والتعديل ۱/ ۲۸۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۰) ”سلسلة الاحادیث الضعيفة ۲/ ۲۹۳ نمبر ۸۹۱، و ۱۲/ ۵۷ نمبر ۵۵۳۸“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۱) ”تحفة الاحوذی ابواب النکاح [باب النهی عن ضرب الخدام و شتمهم] ۶/ ۶۷“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۲) ”مصباح الذجاجة فی زوائد ابن ماجه“ میں ہے: قيل منکر الحدیث۔ کہا گیا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۳) ”مجمع الزوائد ۷/ ۱۲۸ نمبر ۱۱۴۳۳، و ۵/ ۸۷ نمبر ۸۹۱۷“ میں ہے: ضعفه البخاری۔ امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔
 اور علامہ مزی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ذہبی، علامہ عینی، علامہ مناوی، صاحب التکمیل، علامہ البانی، علامہ مبارکپوری، اور علامہ دمشقی کے بلا انکار نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ راوی مجروح ہے۔

ثالثاً: یہ کہ راوی حدیث حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے قائل ہیں، اگر واقعی یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استدلال ہوتی تو اس حدیث کے خلاف کبھی ناف کے نیچے ہاتھ نہ باندھتے۔

(اثبات باطل و ابطال حق)

اتنی ساری جروح کے باوجود سنابلی صاحب ص ۱۴۳ پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

☆ جب کہ خود ان کے علامہ البانی اسی حدیث کی سند کو اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ضعیف کہتے ہیں۔

☆ اہل حدیث عالم و مناظر مولانا عبدالمنان نورپوری فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔

☆ علامہ مبارکپوری راوی حدیث مؤمل بن اسماعیل کو صدوق سیئ الحفظ کہتے ہیں۔

☆ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: یہ روایت سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مزید لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری مدلس ہیں بلکہ ایہ سند ضعیف ہے۔

(مکالمات نورپوری [نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت] ۵۲۸، تحفة الاحوذی

۱۰۸/ ۹ رقم ۳۲۶۶، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۰-۳۷)

سوال یہ ہے کہ کیا راوی حدیث کی تخریج و تضعیف سے روایت مجروح نہیں ہوتی؟ ضعیف اور سیئ الحفظ؛ بلکہ منکر الحدیث راوی سے حدیث مروی ہونے کے باوجود یہ حدیث صحت کے اعلیٰ معیار پر ہے اور بلا شک و شبہ صحیح ہے؛ لیکن عبدالرحمان بن اسحاق کے بارے میں ”حسن تکلم فیہ من قبل حفظہ“ سے روایت بالکل ضعیف؛ بل کہ مردود ہو جاتی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اور یہ دو بیانیوں نے کیوں بنائے گئے؟ کیا علمی دیانت داری اور محدثین کا اصول یہی ہے؟ جس سے صرف آپ ہی کو استفادہ کا سلیقہ آتا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت راویان حدیث سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس، عاصم بن کلیب کے متکلم فیہ اور مؤمل بن اسماعیل کے مجروح؛ بلکہ منکر الحدیث ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں۔

(سنابلی صاحب کا خود ساختہ اصول)

سنابلی صاحب ص ۱۶۸ پر لکھتے ہیں کہ: جب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بیان کی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ناف کے نیچے

ہاتھ باندھنے پر عمل کریں؟

جواب: سنابلی صاحب! اگر یہ بھی کوئی اصول ہے تو آپ ان محدثین کے بارے میں کیا فرمائیں گے جنہوں نے اپنے مسلک کے خلاف حدیثیں روایت کی اور اپنی کتابوں میں درج کی؟ زیادہ نہیں آپ صرف امام ترمذی کی ”سنن ترمذی“ ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ راوی اپنے مسلک کے خلاف روایت بیان کرتا ہے یا نہیں؟ یا آپ نے ان محدثین کو بھی اپنی طرح متعصب و غیر مقلد سمجھ لیا ہے؟

(سنابلی صاحب کی منطق)

سنابلی صاحب ص ۱۶۸ پر لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ عظیم محدث ہیں بھلا وہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟۔

جواب: سنابلی صاحب! یہ سوال آپ ان محدثین اور ائمہ کرام سے کریں جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا۔ اور جب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے خلاف ہی تھا، تو بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین نے اس مسئلہ میں وسعت کیوں دے دی کہ جہاں چاہے رکھ لے نماز ہو جائے گی؟ (دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ.....)، یا اب حدیث کے خلاف عمل کرنے سے بھی آپ کے دھرم میں نماز ہو جاتی ہے؟۔

اور ہاں ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ احناف میں بھی کوئی عظیم محدث گذرا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب سوچ سمجھ کر؛ بلکہ صحاح ستہ کا مطالعہ کر کے دیجئے گا! کہیں

ایسا نہ ہو کہ.....

(سنابلی صاحب کا بہتان)

سنابلی صاحب ص ۹۱۱-۱۶۹ پر لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے، جن لوگوں نے بھی یہ بات ذکر کی ہے انہوں نے سفیان ثوری تک اس بات کی صحیح سند پیش نہیں کی ہے لہذا یہ بات جھوٹی اور من گھڑت ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔

جواب:

کم بخت دلخراش بہت ہے صداے دل کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنو ماجراے دل

سنابلی صاحب! آپ کو کچھ پتہ بھی ہے کہ آپ جنوں؛ بل کہ مسلکی تعصب و عناد اور احناف سے عداوت کی بنا پر کیا کیا کہہ گئے؟ کتنے اور کن لوگوں پر جھوٹ، من گھڑت اور بہتان کا الزام دیدئے؟ اور اس بہتان کی زد میں غیر تو غیر آپ کے اپنے بھی آ گئے؟ ذرا غور سے سنئے اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لیجئے کہ کتنے لوگوں نے امام سفیان ثوری پر بہتان باندھا ہے، اور یہ بھی بتا دیجئے کہ یہ بہتان لگانے والے سب خفی المسلم ہیں یا کسی اور مسلک سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور ہاں حافظ زبیر علی زئی کی کتاب ”اہل حدیث ایک صفاتی نام“ پیش نظر رکھ کر جواب دیجئے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے پیپر پر کلہاڑا لگ جائے۔

☆ ”المجموع شرح المہذب“ میں ہے: قال ابو حنیفہ والثوری واسحاق يجعلهما تحت سرتہ وبہ قال ابواسحق المروزی۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابواسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

(۳/۳۱۳ مسائل متشورۃ تتعلق بالرفع)

☆ ”شرح النووی علی مسلم“ میں ہے: قال ابو حنیفہ وسفیان الثوری واسحاق بن راہویہ وابواسحاق المروزی من اصحابنا يجعلهما تحت سرتہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابواسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

(۴/۱۱۴ باب وضع یدہ الیمنی.....)

یہ وہی امام نووی ہیں، جن کے حوالہ سے آپ نے ص ۲۶۴ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو باتفاق امت ضعیف کہا ہے۔

☆ ”المغنی لابن قدامہ“ میں ہے: فروی عن أحمد أنه يضعهما تحت سرتہ روى ذلك عن علي وأبي هريرة وأبي مجلز والنخعي والثوري واسحاق. امام احمد سے مروی ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے، یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، ابو مجلز، امام نخعی، امام ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے

(بھی) مروی ہے۔ (۱/۳۴۱ نمبر ۶۶۲)

☆ ”الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف“ میں ہے: عن أبي هريرة قال: ﴿من السنة أن يضع الرجل يده اليمنى على اليسرى تحت السرة في الصلاة﴾ وبه قال سفیان الثوری واسحاق، قال اسحاق تحت السرة أقوى فی الحديث وأقرب الى التواضع. اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔

☆ ”تفسیر قرطبی“ میں ہے: قال سعید بن جبیر واحمد بن حنبل فوق السرة وقال لا بأس ان كانت تحت السرة وقالت طائفة توضع تحت السرة وروی ذلك عن علی وأبی هريرة والنخعی وأبی مجلز وبه قال سفیان الثوری واسحاق. یعنی سعید بن جبیر اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھا جائے، اور امام احمد نے کہا کہ اگر ناف کے نیچے باندھے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ ناف کے نیچے باندھا جائے، اور یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، ابراہیم نخعی اور ابو جریج (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، اور سفیان ثوری واسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ (۲۲۱/۲۰)

☆ ”التمہید لابن عبد البر“ میں ہے: قال الثوری وأبو حنیفة واسحاق أسفل السرة وهو قول أبی مجلز. یعنی سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے باندھا جائے.... اور یہی ابو جریج کا قول ہے۔ (۵/۲۰)، مقدمہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام زیر علی زئی ص ۶)

☆ ”فتح الغفور فی وضع الأیدی علی الصدور“ میں ہے: تحت السرة وهو مذهب الامام أبی حنیفة وبه سفیان الثوری، وابن راہویہ وأبو اسحاق المروزی. یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے..... اور اسی کے قائل سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۶۸/۱)

ایہ انہی علامہ حیات سندھی کی کتاب کا حوالہ ہے، جس کے حوالہ سے آپ آگے احناف پر تحریف کا الزام لگانے والے ہیں۔

☆ ”تحفة الأحوذی“ میں ہے: هذا بن عبد البر حافظ دهره قال فی التمهید وقال الثوری وأبو حنیفة أسفل السرة. حافظ ہر ابن عبد البر فرماتے ہیں: سفیان ثوری اور ابو حنیفہ نے کہا کہ ناف کے نیچے (ہاتھ رکھے)۔ (۷۲/۲ نمبر ۲۵۲)

☆ ”عون المعبود وحاشیة ابن القيم“ میں ہے: الحدیث استدلل به من قال ان الوضع یكون تحت السرة وهو أبو حنیفة وسفیان الثوری واسحاق بن راہویہ وأبو اسحاق المروزی من اصحاب الشافعی. (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ) حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے، اور یہ ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۳۲۳/۲)

سنابلی صاحب! برائے مہربانی بتائیے کہ امام نووی، ابن قدامہ، ابن امندر، امام قرطبی، علامہ ابن عبد البر، بلکہ آپ کے علامہ حیات سندھی، علامہ مبارکپوری اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ نے کیوں یہ بہتان لگایا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان ائمہ ناقلمین کا مسلک ناف کے نیچے یا اوپر باندھنے کا تھا اور انہوں نے اپنے مسلک کی تقویت کے لئے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر یہ الزام؛ بلکہ بہتان لگادیا؟

لیکن ایسا بھی تو نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ ناقلمین میں آپ کے علامہ حیات سندھی، علامہ مبارکپوری اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ بھی ہیں، جن کا مسلک بھی آپ کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا۔

سنابلی صاحب! آپ نے بہتان کا بہتان تو لگادیا؛ لیکن یہ بہتان لگانے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف اس کی نسبت؛ بلکہ بقول شامی بہتان لگانے والوں میں امام ابن عبد البر بھی ہیں، اور آگے ص ۳۳ پر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے مسلک ”ناف کے نیچے باندھنے“ کو غلط ثابت کرنے کے لئے انہی کا سہارا لینا پڑے گا؟ اور وہ امام نووی بھی ہیں جن کے حوالہ سے صفحہ ۲۶۲ پر حضرت علی کی حدیث کو ”باتفاق امت“ ضعیف کہنے والے ہیں؟۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مسلک ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کا ہے، اور سنابلی کا ان کی طرف ”سینہ پر“ ہاتھ باندھنے کی نسبت کر کے ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنے والوں کے بارے میں جھوٹا اور بہتان تراش قرار دینا خود ایک جھوٹ اور بہتان ہے۔

(سنابلی صاحب کی بدحواسی یا تجاہل عارفانہ)

سنابلی صاحب ص ۱۶۹ پر لکھتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل احناف کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امام ابو حنیفہ کے سخت مخالف تھے..... جو سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کے اس قدر مخالف ہوں بھلا وہ احناف کے مسلک کو کیسے اپنا سکتے ہیں۔

جواب: سنابلی صاحب! آپ ہوش و حواس میں بات کر رہے ہیں یا بدحواسی میں یہ سب کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے؟ یا صرف آپ وہی عبارتیں دیکھتے اور پڑھتے ہیں جو احناف کے خلاف ہوتی ہیں؟ جب آپ کو کتاب ہی لکھنا تھا تو تو کم از کم امام ترمذی کی ”سنن ترمذی“ یا اپنے علامہ مبارکپوری صاحب کی ”تحفة الأحوذی“ ہی دیکھ لئے ہوتے؟ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ امام سفیان ثوری کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ ان کی تصریحات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوری کا مسلک اکثر

امام ابو حنیفہ کے موافق ہی ہوتا ہے، بہر حال اگر آپ بر بنائے تعصب و عناد یا کسی اور بناء پر یہ عبارتیں نہیں دیکھ اور پڑھ سکے تو لیجئے اب دیکھ اور پڑھ لیجئے، اور اپنی عبارت میں ترمیم بلکہ عوام سے معذرت بھی کیجئے۔

(۱) عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کے مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۳۶۵۳/۱)

(۲) اسفار فجر کے بارے میں سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۱۵۴/۱ نمبر ۱۵۴)

(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اذان اور اقامت دونوں دوہری کہی جاتی ہے، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۱۹۸/۱ نمبر ۱۹۸)

(۴) امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۹۴/۲)

(۵) بلا وضو اذان دینے کے مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۵۱۲/۱ نمبر ۲۰۱)

(۶) اگر صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دید جائے تو وہ اذان ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(تحفۃ الاُ حوذی مع ترمذی ۵۱۵/۱ نمبر ۲۰۳)

(۷) نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے امام ابو حنیفہ کے نزدیک آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھا جائے گا، یہی امام سفیان ثوری کا مسلک بھی ہے۔ (ترمذی ۱۲۲/۱ نمبر ۲۲۴)

(۸) امام ابو حنیفہ کے نزدیک نمازی کا بحالت قیام سجدہ کی جگہ نظر رکھنا مستحب ہے، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(البيان في مذهب الامام الشافعي ۱۷۶/۲)

(۹) امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ نمازی قعدہ میں اپنا دایاں پیر کھڑا رکھے اور بائیں پیر بچھالے۔ یہی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی مسلک ہے۔

(سنن ترمذی ۸۵/۲ نمبر ۲۹۲)

(۱۰) امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا جائے، اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(اختلاف الفقهاء = اختلاف العلماء للمروزی ۱۱۰/۱ نمبر ۹)

یہ بطور نمونہ سنابل صاحب کی غلط بیانی، دھاندلی، بل کہ بدحواسی کو بتانے کے لئے دس مسائل ذکر کئے گئے ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت سارے مسائل کتب فقہ و حدیث میں ایسے مذکور ہیں، جن میں سفیان ثوری امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں؛ بل کہ امام ابو یوسف تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ”سفیان الثوری اکثر متابعة لأبي حنيفة مني“، یعنی سفیان ثوری مجھ سے بھی زیادہ ابو حنیفہ کے تابع ہیں۔ (الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ۱۲۸/۱)

اور صرف یہی نہیں بل کہ امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کی فقہ و علی بن مسہر سے حاصل کرتے تھے اور اپنی جامع کی تصنیف میں ان ہی سے مدد لیتے تھے، چنانچہ ”اخبار ابی حنیفہ وصاحبہ ۴/۱“ میں ہے: ”سفیان کان يأخذ الفقه عن علي بن مسهر من قول أبي حنيفة وانه استعان به وبمذاكرته علي كتابه هذا الذي سماه الجامع“، یعنی سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کی فقہ و علی بن مسہر سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انہوں نے اپنی یہ کتاب جس کا نام جامع رکھا ہے، تصنیف کی۔ (۷۴/۱)

اثبات الدلیل علی توثیق محمد بن اسماعیل

(مقالہ: اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسماعیل پر سرسری نظر)

درج ذیل اقوال ثابت نہیں

سنابل صاحب نے ص ۱۴۳ پر صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے ”نا أبو موسى، نا مؤمل، نا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن أبيه، عن وائل بن حجر“ کی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ”وضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره“ نقل کی ہے۔

آگے ص ۱۷۱ پر اس حدیث کے ایک راوی مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت کرنے کے لئے ”اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسماعیل“ کے نام سے ایک مقالہ لکھا ہے، پھر مقالہ کے صفحہ ۶ اور کتاب کے صفحہ ۷۱ پر مذکورہ عنوان کے تحت اسی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں تہذیب الکمال للعلامة المزني ۲۹/۱ ۷۸ کے حوالہ سے امام بخاری کی جرح ”منكر الحديث“ (ان کی حدیث میں نکارت ہوتی ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: امام بخاری سے یہ قول ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام مزنی سے یہ قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! امام بخاری کے حوالہ سے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں منکر الحدیث کہنے میں علامہ المزنی تنہا نہیں ہیں، کہ آپ کی یہ ترانیاں قابلِ سماعت سمجھی جائیں: بل کہ ان کے ساتھ ساتھ علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ خزرجی، علامہ مناوی، حافظ ابن کثیر، علامہ بیہقی، آپ کے علامہ البانی اور علامہ عبدالرحمن مبارکپوری بھی ہیں۔

(دیکھئے: تہذیب الکمال ۸/۲۹ نمبر ۶۳۱۹، تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱ نمبر ۶۸۲، میزان الاعتدال ۳/۲۲۸/۸۹۴۹، المغنی ۲/۲۸۹ نمبر ۶۵۴، من تکلم فیہ وہو مؤثقت امریر ۱/۸۳/۳۴، خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال ۱/۳۹۳، معانی الأخبار ۳/۹۹ نمبر ۲۴۱۹، فیض القدیر ۵/۲۲۸، التکمیل فی الجرح والتعديل ۱/۲۸۹، مجمع الزوائد ۷/۱۲۸ نمبر ۱۱۴۳۳، و ۵/۱۷۸ نمبر ۸۹۱۷، سلسلة الاحادیث الضعیفة ۲/۲۹۳ نمبر ۸۹۱، ۱۲/۵۷ نمبر ۵۵۳۸، تحفة الاحوذی ابواب النکاح [باب النهی عن ضرب الخدام وشمہم] ۶/۶۷)

سنابلی صاحب! کتنے لوگوں سے نقل کرنے میں غلطی ہوگئی؟ کیا یہ سب غیر محتاط تھے؟ صدیوں بعد آپ ہی ایک محتاط پیدا ہوئے، جو امت کوئی تحقیقات سے روشناس کر رہے ہیں؟ کیا متداول ”التاریخ الکبیر“ میں ”منکر الحدیث“ کی جرح موجود نہ ہونے کی کوئی جائز تاویل نہیں کی جاسکتی؟ کاتب کی غلطی سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ مؤمل بن اسماعیل کی جرح مؤمل بن سعید کے بارے میں لکھ دی گئی ہو؟ یا بقول آپ کے شیخ ارشاد الحق اثری امام بخاری کی جرح اور نقل روایت کو مختلف اوقات اور حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا؟ اس صورت میں ائمہ محدثین پر کوئی الزام بھی نہیں ہوگا اور جرح موجود نہ ہونے کی ایک جائز تاویل بھی ہو جائے گی۔

(مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے)

پہلی دلیل: چونکہ سنابلی صاحب کے خیال فاسد میں امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہیں ہے، اس لئے دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”التاریخ الکبیر“ میں مؤمل بن اسماعیل کے تذکرہ میں منکر الحدیث کا لفظ نہیں ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! آپ کے مقدمہ نگار ارشاد الحق صاحب اثری تو کہتے ہیں کہ: علامہ المزنی ہوں، علامہ ابن الجوزی ہوں یا علامہ الذہبی وہ اگر ائمہ متقدمین سے کوئی نقد و جرح نقل کریں یا کسی کی توثیق نقل کریں اور ان کے یہ اقوال اگر ان کی متداول کتابوں میں نہیں ملتے تو بلا وجہ ان سے انکار درست نہیں۔

(دیکھئے اپنی کتاب کا مقدمہ ص ۳۳)

تو پھر آپ کون ہوتے ہیں انکار کرنے والے؟ اور آپ نے صرف اس وجہ سے علامہ المزنی کے سرسہو کا الزام تحوہپ دیا کہ (متداول) ”التاریخ الکبیر“ میں مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ میں ”منکر الحدیث“ کا لفظ نہیں ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ زیادہ محتاط ہیں یا علامہ المزنی اور دیگر ائمہ حدیث و فن اسماء الرجال؟ اور آپ کی بات قبول کیجائے یا آپ کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری صاحب کی؟

دوسری دلیل: امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہ ہونے کی دوسری دلیل سنابلی صاحب نے یہ دی ہے کہ: اگر امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو منکر الحدیث کہا ہوتا تو امام بخاری اس کا تذکرہ اپنی ضعفاء والی کتاب میں بھی کرتے۔

جواب: سنابلی صاحب! یہ کوئی ضروری ہے کہ جو راوی امام بخاری کے نزدیک مجروح ہو، اس کا تذکرہ ان کی کتاب ”الضعفاء“ میں بھی ہو؟ اگر ایسا ہے تو پھر مؤمل بن سعید جس کے بارے میں آپ نے اسی صفحہ پر امام بخاری کے حوالہ سے ”منکر الحدیث“ کی جرح نقل کی ہے، اس کا بھی انکار کر دیجئے، اس لئے کہ اس کا تذکرہ بھی ”الضعفاء“ میں نہیں ہے۔ (دیکھئے الضعفاء الصغیر [باب المیم])

تیسری دلیل: امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہ ہونے کی تیسری دلیل سنابلی صاحب نے یہ دی ہے کہ ”امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ان سے استشہاد اور روایت لی ہے اگر امام بخاری کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہوتے تو امام بخاری رحمہ اللہ ان سے شواہد میں بھی روایت نہیں لیتے۔“ (انوار البدر ص ۱۷۶-۱۷۷)

جواب: سنابلی صاحب شاید آپ کو معلوم نہیں کہ امام بخاری نے شرائط کا اعتبار صرف مسند احادیث میں کیا ہے، رہ گئی شواہدات، متابعات، معلمات اور احادیث موقوفہ و مقطوعہ، تو ان میں ان شرائط کی رعایت نہیں کئے ہیں؛ بلکہ بخاری کی مطلق، متابع اور شواہد وغیرہ کی احادیث کو بخاری کی حدیث کہنا ہی صحیح نہیں، جیسا کہ خود صحیح بخاری کے نام سے ہی واضح ہے، چنانچہ علامہ ابواسحاق الحونانی الاثری لکھتے ہیں کہ: لان صحیح البخاری هو الاحادیث المسندة، اما الاحادیث

المعلقة فليست على شرط البخاری. (شرح صحیح البخاری ۷/۳) صحیح بخاری تو مسند احادیث ہیں، معلق احادیث بخاری کی شرط پر نہیں ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے جب ایسی احادیث بیان کی جاتی ہیں تو حوالہ میں صرف رواہ البخاری کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ رواہ البخاری تعلیقاً، رواہ البخاری فی الشواہد رواہ البخاری

فی ترجمۃ الباب وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اگر ساری روایات کا حکم یکساں ہوتا تو ان احادیث میں بھی صرف رواہ البخاری کہا جاتا۔

اور اگر کسی بھی صورت میں ”منکر الحدیث“ سے روایت لینا جائز نہیں تو کیا دونوں (روایت لینے اور ”منکر الحدیث“ کہنے) کو دو مختلف حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آپ کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی ہے؟ اس صورت میں کسی امام پر بداحتیاطی اور بدظنی کا الزام بھی نہیں آئے گا، لیکن وہ غیر مقلد ہی کیسا جو اسلاف اور ائمہ کرام سے بدظن نہ ہو اور ان کے بارے میں بدظنی نہ پھیلائے؟۔

خلاصہ کلام تقریباً سنابلی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ ”مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح ”منکر الحدیث“ ثابت ہے۔ اور جب غیر مقلدین کو اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو ان کے موقف پر صریح ہو تو اسی مجروح و متکلم فیہ اور ”منکر الحدیث“ راوی کو ثقہ اور حجت ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل اور احتمالات: بل کہ ائمہ متقدمین پر الزام و بہتان دینے لگے، کہ ان سے نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اگر دو قضا ان احتمالات اور دلائل میں کوئی دم ہوتا تو یہ لوگ اسی وقت یہ سارے احتمالات اور دلائل بیان کرتے، جب مذکورہ کتب کے مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان کی جرح نقل کی تھی“۔

افوہ! سنابلی صاحب معاف دارید، مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ جس وقت وہ کتابیں لکھی گئیں؛ بلکہ ان کے منظر عام پر آنے کے صدیوں بعد تک بھی آپ اور آپ کی پارٹی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے کوئی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کا انکار کرتا، وہ تو احسان ہے ان لوگوں کا جو سات سمندر پار پیٹھ کر.....۔

جارحین کے اقوال

اسی مقالہ میں ص ۱۸۰ پر ”جارحین کے اقوال“ کے عنوان کے تحت سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل پر جرح کرنے والوں میں سے امام ابو حاتم اور امام نسائی کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ (امام ابو حاتم اور امام نسائی) صحت و تشدد ہیں۔

جواب: ہاں بارے انصاف و دیانت! قارئین کرام! ذرا غور کریں یہی امام نسائی جب امام ابو حنیفہ جیسے عظیم محدث، عظیم فقیہ اور عظیم مجتہد کے بارے میں ”لیس بالقوی“ کہتے ہیں، تو اس وقت انہی سنابلی اور ان کی پارٹی کے نزدیک امام نسائی کا سارا تعنت و تشدد ختم ہو جاتا ہے، اور ”لیس بالقوی“ سے امام ابو حنیفہ ایسے مجروح ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ، لیکن جب یہی ”لیس بالقوی“ کی جرح مؤمل بن اسماعیل جیسے مجروح و متکلم فیہ راوی کے بارے میں ہوتی ہے تو اس کی ثقاہت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا جاتا ہے، اور اس وقت نہ تو ”لیس بالقوی“ سے تضعیف ثابت ہوتی ہے، اور نہ امام نسائی تعنت و تشدد کے حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔

کیوں؟..... اس لئے کہ وہاں یہ جرح غیر مفسر ایک امام بل کہ امام اعظم اور امام الائمہ کے بارے میں صادر ہو رہی ہے، اور یہاں امام تو کیا..... ایک مجروح و متکلم فیہ: بل کہ ”منکر الحدیث“ راوی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہاں امام ابو حنیفہ سے عداوت تھی، اور یہاں امام ابو حنیفہ کے مسلک سے عداوت ہے۔ کیوں سنابلی صاحب یہی بات ہے نا؟!

مؤثقیں کے اقوال

سنابلی صاحب نے ص ۱۸۲ پر اس عنوان کے تحت مؤمل بن اسماعیل کی ثقاہت ثابت کرنے کے لئے بزعیم خویش پچیس محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں، چوں کہ یہ مختصر جائزہ ہے، اس لئے ہر قول کا ترکیب کی جواب دیا جا رہا ہے۔

(انوار البدر ۱۸۲-۸۳)

(۱-۳) امام علی ابن المدینی، امام احمد اور امام بخاری نے استشہاداً ان سے روایت لیا ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! عبدالرحمن بن اسحاق سے بھی امام ترمذی اور امام ابو داؤد ابن خزیمہ، امام احمد وغیرہ نے روایت لیا ہے اور ان کی روایت کو اپنی کتب میں درج کیا ہے؛ بل کہ امام ترمذی نے ان کی حدیث کو نقل کر کے حسن بھی کہا ہے۔

(انوار البدر ۱۸۳)

(۴) امام ترمذی کہتے ہیں ”حسن صحیح“۔

جواب: سنابلی صاحب ذرا ہوش سے بات کیجئے، اس لئے کہ آگے ص ۲۵ پر انہی امام ترمذی کو آپ تسابیل کہنے والے ہیں، آپ کے علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ”أما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ لما فیہ من التساہل“ (علامہ امام ترمذی کے تسابیل کی وجہ سے ان کی تحسین پر اعتماد نہیں کرتے) کہہ کر امام ترمذی سے اپنا اعتماد ختم کر چکے ہیں۔

(تحفة الأوحى ۹۳/۲)

(انوار البدر ۱۸۳)

(۵) امام اسماعیلی نے مستخرج علی صحیح البخاری میں مؤمل کی روایت درج کی ہے۔

فی ترجمۃ الباب وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اگر ساری روایات کا حکم یکساں ہوتا تو ان احادیث میں بھی صرف رواہ البخاری کہا جاتا۔

اور اگر کسی بھی صورت میں ”منکر الحدیث“ سے روایت لینا جائز نہیں تو کیا دونوں (روایت لینے اور ”منکر الحدیث“ کہنے) کو دو مختلف حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آپ کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی ہے؟ اس صورت میں کسی امام پر بداحتیاطی اور بدظنی کا الزام بھی نہیں آئے گا، لیکن وہ غیر مقلد ہی کیسا جو اسلاف اور ائمہ کرام سے بدظن نہ ہو اور ان کے بارے میں بدظنی نہ پھیلائے؟۔

خلاصہ کلام تقریباً سنابلی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ ”مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح ”منکر الحدیث“ ثابت ہے۔ اور جب غیر مقلدین کو اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو ان کے موقف پر صریح ہو تو اسی مجروح و متکلم فیہ اور ”منکر الحدیث“ راوی کو ثقہ اور حجت ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل اور احتمالات: بل کہ ائمہ متقدمین پر الزام و بہتان دینے لگے، کہ ان سے نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اگر دو قضا ان احتمالات اور دلائل میں کوئی دم ہوتا تو یہ لوگ اسی وقت یہ سارے احتمالات اور دلائل بیان کرتے، جب مذکورہ کتب کے مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان کی جرح نقل کی تھی“۔

افوہ! سنابلی صاحب معاف دارید، مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ جس وقت وہ کتابیں لکھی گئیں؛ بلکہ ان کے منظر عام پر آنے کے صدیوں بعد تک بھی آپ اور آپ کی پارٹی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے کوئی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کا انکار کرتا، وہ تو احسان ہے ان لوگوں کا جو سات سمندر پار پیٹھ کر.....۔

جارحین کے اقوال

اسی مقالہ میں ص ۱۸۰ پر ”جارحین کے اقوال“ کے عنوان کے تحت سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل پر جرح کرنے والوں میں سے امام ابو حاتم اور امام نسائی کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ (امام ابو حاتم اور امام نسائی) صحت و تشدد ہیں۔

جواب: ہاں بارے انصاف و دیانت! قارئین کرام! ذرا غور کریں یہی امام نسائی جب امام ابو حنیفہ جیسے عظیم محدث، عظیم فقیہ اور عظیم مجتہد کے بارے میں ”لیس بالقوی“ کہتے ہیں، تو اس وقت انہی سنابلی اور ان کی پارٹی کے نزدیک امام نسائی کا سارا تعنت و تشدد ختم ہو جاتا ہے، اور ”لیس بالقوی“ سے امام ابو حنیفہ ایسے مجروح ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ، لیکن جب یہی ”لیس بالقوی“ کی جرح مؤمل بن اسماعیل جیسے مجروح و متکلم فیہ راوی کے بارے میں ہوتی ہے تو اس کی ثقاہت ثابت کرنے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا جاتا ہے، اور اس وقت نہ تو ”لیس بالقوی“ سے تضعیف ثابت ہوتی ہے، اور نہ امام نسائی تعنت و تشدد کے حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔

کیوں؟..... اس لئے کہ وہاں یہ جرح غیر مفسر ایک امام بل کہ امام اعظم اور امام الائمہ کے بارے میں صادر ہو رہی ہے، اور یہاں امام تو کیا..... ایک مجروح و متکلم فیہ: بل کہ ”منکر الحدیث“ راوی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہاں امام ابو حنیفہ سے عداوت تھی، اور یہاں امام ابو حنیفہ کے مسلک سے عداوت ہے۔ کیوں سنابلی صاحب یہی بات ہے نا؟!

مؤثقیں کے اقوال

سنابلی صاحب نے ص ۱۸۲ پر اس عنوان کے تحت مؤمل بن اسماعیل کی ثقاہت ثابت کرنے کے لئے بزعیم خویش پچیس محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں، چوں کہ یہ مختصر جائزہ ہے، اس لئے ہر قول کا ترکیب کی جواب دیا جا رہا ہے۔

(انوار البدر ۱۸۲-۸۳)

(۳-۲) امام علی ابن المدینی، امام احمد اور امام بخاری نے استشہاداً ان سے روایت لیا ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! عبدالرحمن بن اسحاق سے بھی امام ترمذی اور امام ابو داؤد ابن خزیمہ، امام احمد وغیرہ نے روایت لیا ہے اور ان کی روایت کو اپنی کتب میں درج کیا ہے؛ بل کہ امام ترمذی نے ان کی حدیث کو نقل کر کے حسن بھی کہا ہے۔

(انوار البدر ۱۸۳)

(۴) امام ترمذی کہتے ہیں ”حسن صحیح“۔

جواب: سنابلی صاحب ذرا ہوش سے بات کیجئے، اس لئے کہ آگے ص ۲۵ پر انہی امام ترمذی کو آپ تسابیل کہنے والے ہیں، آپ کے علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ”أما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ لما فیہ من التساہل“ (علامہ امام ترمذی کے تسابیل کی وجہ سے ان کی تحسین پر اعتماد نہیں کرتے) کہہ کر امام ترمذی سے اپنا اعتماد ختم کر چکے ہیں۔

(تحفة الأوحى ۹۳/۲)

(انوار البدر ۱۸۳)

(۵) امام اسماعیلی نے مستخرج علی صحیح البخاری میں مؤمل کی روایت درج کی ہے۔

الجبار، زہیر بن معاویہ، ابن جریج، عبدالرزاق، امام شافعی، غلد واسطی، وکیع بن الجراح، فضل بن موسیٰ، عیسیٰ بن یونس ۲۶۱/۲۶۲ء سے صراحۃً تعریف و توثیق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ عبدالحمید بن یحییٰ الحمائی، معمر بن راشد، ہضر بن محمد، یونس بن ابی اسحاق، اسرائیل بن یونس، زفر بن ہذیل، عثمان البتی، جریر بن عبدالحمید، ابو مقاتل حفص بن مسلم، قاضی ابویوسف، سلم بن سالم، یحییٰ بن آدم، یزید بن ہارون، ابن ابی رزمہ، سعید بن سالم القداح، شداد بن حکیم، خارجہ ابن مصعب، خلف بن ایوب، ابو عبدالرحمن المقرئ، محمد بن سائب کلبی، حسن بن عمارہ، ابوعبیدہ بن نعیم، فضل بن دین، حکم بن ہشام، یزید بن زریج، عبداللہ بن داؤد حرلی، محمد بن فضیل، زکریا بن ابی زائدہ، یحییٰ بن زکریا، زائدہ، یحییٰ بن معین، مالک ابن مغول، ابوبکر بن عیاش، ابوخلد الاحمر، قیس بن ربیع، ابو عاصم الانبیل، عبداللہ بن موسیٰ، محمد بن جابر اصمعی، شقیق بن یحییٰ، علی ابن عاصم، یحییٰ بن نصر: کل هؤلاء اثنوا عليه ومدحوه بالفاظ مختلفة. ان (۴۰) محدثین اور فقہانے مختلف الفاظ میں امام ابوحنیفہ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔

(الانقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ۱۳۷/۱)

رہ گئی امام ابن عبدالبر کی جرح تو شاید آپ کو معلوم ہو کہ یہی ابن عبدالبر جامع بیان العلم و فضلہ میں امام ابوحنیفہ کی تحریفوں کے پل باندھے ہیں۔ الذین رووا عن أبي حنيفة ووثقوه واثنوا عليه اكثر من الذين تكلموا فيه۔ جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا اور ان کی تعریف و توثیق کی، ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنہوں نے آپ پر کلام کیا (جامع بیان العلم ۱۹۲)۔ اور اگر ابن عبدالبر کی جرح تسلیم کر لیا جائے تو بھی مذکورہ ائمہ کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

سنابلی صاحب! مذکورہ حضرات کی امامت آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ابھی معافی مانگئے اور اگر نفی میں ہے تو اپنے دین و اسلام کی طرح اپنی دنیا بھی الگ بنا لیجئے۔ آخر کس کی امامت آپ کو تسلیم ہے؟ اس کی ایک فہرست تو پیش کرتے: تاکہ اسی کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ کی تعدیل و توثیق نقل کی جاتی۔

سنابلی صاحب! آپ نے پوری علمی دنیا کی سیر کر لی اور اسماء الرجال کی تقریباً تمام کتابوں کو چھان ڈالا؛ لیکن انہیں کتابوں میں ”باب النون“ دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی؟ یا دیکھی ان دیکھی کر دی؟

ابوزید ضمیر صاحب! کیا یہی مزاج اہل حدیث کی نمائندگی اور جذبہ اثبات حق و ابطال باطل ہے؟ اور جھوٹ، خیانت، حق سے چشم پوشی؛ بل کہ ائمہ محدثین پر بہتان لگانے کا نام مزاج اہل حدیث ہے؟

یہ نمونہ کے طور پر صرف ایک کتاب سے ۶۶ نام پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اگر کتابوں کا نام گنایا جائے تو شاید انہیں کے لئے ۳۸۶ صفحات کم پڑ جائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ، محدث، فقیہ اور امام الائمہ ہیں، اور سنابلی صاحب کا تمام ائمہ کی طرف سے توثیق کا انکار کر دینا جھوٹ کے ساتھ ساتھ ائمہ محدثین پر بہتان بھی ہے۔ (مزید تفصیل راقم نے اپنی کتاب ”امام اعظم ابوحنیفہ، بحیثیت محدث، فقیہ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات“ میں کر دی ہے، جو تادم تحریر مطبوع نہیں ہے)۔

تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربك وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۱۹۱ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی چھٹی دلیل نقل کرتے ہیں:

ثنا أبو الحريش، ثنا شيبان، ثنا حماد، ثنا عاصم الاحول، عن رجل، عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (ولفظ الحديث الذي قبله عند البيهقي: قال في هذه الآية ﴿فصل لربك وانحر﴾ قال: وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعهما على صدره۔

صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ﴿فصل لربك وانحر﴾ [۱۰۸/۱۰۹ کوثر ۲] کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

[الدر المنثور ۸/۶۵۰، بیہقی ۲/۴۶۲، بحوالہ انوار البدر ص ۱۹۱]

جواب: چون کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام اور حال معلوم نہیں، اس لئے اس حدیث سے سنابلی صاحب کا استدلال کرنا صحیح نہیں۔

فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

غیر مقلدین کو اپنے مسلک پر جب (کوئی صحیح، صریح، مرفوع متصل) حدیث نہیں ملتی تو عوام کے بھولے پن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صحابہ کرام کے اقوال اور ان کے اقوال و افعال کو بطور حجت اور دلیل پیش کرتے ہیں، یہی کام مذکورہ عنوان کے تحت سنابلی صاحب نے بھی کیا ہے۔ حالاں کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور آثار و آراء غیر مقلدین کے نزدیک حجت اور قابل استدلال ہی نہیں؛ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: قول صحابی حجت نیست۔ (فتاویٰ نذیریہ ۳۴۰)۔ سرتاج غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان بھوپالی فرماتے ہیں: حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است۔ (بدورالابلہ)۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: در موقوفات صحابہ حجت نیست۔ (دلیل الطالب ص ۶۱)۔ التاج المکمل میں لکھتے ہیں: فعل الصحابی لا یصلح للاحتجاج۔ (ص ۲۸۳)۔ نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں: صحابہ کا قول حجت اور دلیل نہیں۔ (عرف الہادی ص ۲۰۲-۲۰۳)

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ آج کل جب یہ لوگ کہیں بھستے نظر آتے ہیں تو اپنے ان اکابرین سے بھی اپنا دامن جھاڑ لیتے ہیں اور یہ باور کرانے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء کو حجت اور قابل استدلال مانتے ہیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جس طرح احناف اور فقہ احناف کے خلاف انگریزوں کے دور ہی سے اشتہار بازیاں ہو رہی ہیں اور ان کی کتابوں سے ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک عبارت کو پکڑ کر ان پر عمل کرنے والوں پر ضال و مضل کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے، اور قرآن و سنت کا مخالف؛ بل کہ محرف قرار دیا جا رہا ہے۔ کبھی اپنے ان اکابرین اور ان کی اس طرح کی عبارات کے خلاف نہ تو کوئی اشتہار بازی کی گئی، نہ کوئی کتابچہ اور پمفلٹ شائع کر کے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور نہ ان پر ضال و مضل کا فتویٰ لگایا گیا۔

بہر حال چون کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء غیر مقلدین کے نزدیک حجت اور قابل استدلال نہیں ہیں، اس لئے ان پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن پھر بھی قارئین کی تسلی کے لئے ان آثار اور اقوال و افعال پر بھی مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

حدیث ابن عباس تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۲۰۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ساتویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو بکر بن أبي الاسود حدثنا أبو رجاء الكلبي عن عمرو بن مالک عن أبي الجوزاء عن ابن عباس: ﴿فصل لربک وانحر﴾ قال وضع يده على النحر.

مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں ہاتھوں کو نحر کے پاس (یعنی سینے پر) رکھنا مراد ہے۔ [غریب الحديث للحوی ۲/۴۳۳، بیہقی ۲/۴۳۳ بحوالہ انوار البدر ص ۲۰۰]

جواب: سنابلی صاحب! کب سے صحابہ کی تفسیر آپ کے یہاں حجت اور دلیل بن گئی؟ آپ کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور نواب نور الحسن خان وغیرہ تو فرماتے ہیں: کہ صحابہ کے اقوال و افعال اور تفاسیر حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔

(دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ، الروضۃ الندیہ، التاج المکمل، عرف الہادی، دلیل الطالب وغیرہ)

یا اب اپنے اکابرین کے یہ اشعار بھی بھول گئے؟

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
ہم اہل حدیث کے دو اصول
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن
قرآن اور حدیث رسول

سنابلی صاحب! آپ اپنے اصول سے انحراف مت کیجئے، ورنہ کہیں کے بھی نہیں رہ جائیں گے۔ یا اب اپنے ان اکابر سے بھی دامن جھاڑ لئے؟ اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو حجت ماننے لگے؟ اگر ایسا ہے تو واقعی یہ ایک خوش کن بات ہے؛ لیکن ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے کہ ان عبارات کے خلاف کبھی آپ کی طرف سے اشتہار بازی کیوں نہیں کی گئی؟ کوئی پمفلٹ یا کتابچہ کیوں شائع نہیں ہوا؟ کبھی ان کتابوں کے خلاف صدائے احتجاج کیوں نہیں بلند کی گئی؟ کبھی ان کے مصنفین پر ضال و مضل کا فتویٰ کیوں نہیں لگایا گیا؟ جس طرح احناف اور مسائل احناف کے خلاف انگریزوں کے دور ہی سے اشتہار بازیاں ہو رہی ہیں اور ضال و مضل کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں.....؟

بہر حال اگر واقعی اب آپ حضرات صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء کو حجت اور دلیل مان لئے ہیں، تو پھر جمہور کی طرح ہر مسئلہ میں

صحابی کے قول و عمل اور فعل کو حجت اور قابل استدلال ماننا ہوگا، چاہے وہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہو چاہے قربانی کے صرف تین دن ہونے کے بارے میں ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر: الأضحیٰ یوم النحر ویومان بعده۔ (قربانی یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے) ہو، یا کوئی اور مسئلہ ہو اور ساتھ ساتھ کھلے الفاظ میں یہ اقرار بھی کرنا ہوگا کہ ہمارے ان اکابرین کی مذکورہ کتب و عبارات غلط ہیں اور جمہور کی طرح ہمارا مسلک بھی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء حجت اور قابل استدلال ہے۔ جس دن آپ یہ اقرار کر لیں گے اس دن سے آپ کو اس سے استدلال کرنے کا حق ہوگا، اس سے پہلے نہیں۔ لیکن اتنا ضرور ذہن میں رکھیں کہ بڑوں کے آگے چھوٹوں کی کوئی نہیں سنتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں: عمرو بن مالک عن أبي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير علي الا انه غير صحيح۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ کی روایت صحیح ہے۔

(بدائع الفوائد ۳/۹۱)

خلاصہ یہ کہ یہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اور وہ بھی بقول ابن قیم صحیح نہیں ہے، جو غیر مقلدین کے لئے حجت اور قابل استدلال نہیں۔

حدیث علیؑ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۲۲۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی آٹھویں دلیل نقل کرتے ہیں:

قال موسى، حدثنا حماد بن سلمه، سمع عاصما الجحدري، عن أبيه عن عقبة بن ظبيان، عن علي رضي الله عنه ﴿فصل لربک وانحر﴾ وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ [التاریخ الكبير للبخاری ۶/۴۳۷، سنن بیہقی ۲/۴۵ بحوالہ انوار البدر ص ۲۲۰]

جواب: اس حدیث سے بھی استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال نہیں (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا)۔

ثانیا: آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی اس تفسیر کے بارے میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: لا يصح عن علي. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور سے ثابت نہیں۔

(فتح الغفور ص ۹۳، اصل صفة صلاة النبي ۱/۲۱۷)

علامہ البانی بیہقی والی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: محتمل للتحسين. یعنی حسن کے درجہ کو پہنچنے کا صرف احتمال ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ سند بھی علامہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (حوالہ بالا)

حدیث علیؑ (فوق السرة)...

سنابلی صاحب ص ۲۴۴ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن أعين، عن أبي بدر، عن أبي طلوت عبد السلام، عن ابن جريو الضبي، عن أبيه، قال رأيت عليا، رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة.

ابن جریر الضبی اپنے والد کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پھنچے (کلائی) کے پاس سے (یعنی جوڑ کے پاس) سے پکڑ رکھا تھا اور وہ ناف سے اوپر تھے۔ [سنن أبی داؤد ۱/۲۰۱ رقم: ۷۵۷ بحوالہ انوار البدر ص ۲۴۴]

جواب: سنابلی صاحب اس حدیث سے آپ کا استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ آپ کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔

ثانیا: آپ کے علامہ البانی کے بقول یہ حدیث ضعیف ہے، جس سے استدلال کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔

(ابوداؤد تحقیق البانی ۱/۷۵۷، ضعیف ابوداؤد ۱/۲۹۳ نمبر ۱۰)

ثالثا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ناف سے اوپر تھے نہ کہ سینہ کے اوپر؟ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ ایسی روایت پیش کریں جس میں ”علی الصدر“ (سینہ پر) کی صراحت ہو۔

ہاں یہ حدیث ”ناف کے نیچے“ باندھنے والوں کے لئے حجت ہو سکتی ہے، اس لئے ”ناف کے نیچے“ اور ”ناف کے اوپر“ میں کوئی زیادہ فرق نہیں، بہت ممکن

صحابی کے قول و عمل اور فعل کو حجت اور قابل استدلال ماننا ہوگا، چاہے وہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہو چاہے قربانی کے صرف تین دن ہونے کے بارے میں ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر: الأضحیٰ یوم النحر ویومان بعده۔ (قربانی یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے) ہو، یا کوئی اور مسئلہ ہو اور ساتھ ساتھ کھلے الفاظ میں یہ اقرار بھی کرنا ہوگا کہ ہمارے ان اکابرین کی مذکورہ کتب و عبارات غلط ہیں اور جمہور کی طرح ہمارا مسلک بھی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء حجت اور قابل استدلال ہے۔ جس دن آپ یہ اقرار کر لیں گے اس دن سے آپ کو اس سے استدلال کرنے کا حق ہوگا، اس سے پہلے نہیں۔ لیکن اتنا ضرور ذہن میں رکھیں کہ بڑوں کے آگے چھوٹوں کی کوئی نہیں سنتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں: عمرو بن مالک عن أبي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير علي الا انه غير صحيح۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ کی روایت صحیح ہے۔

(بدائع الفوائد ۳/۹۱)

خلاصہ یہ کہ یہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اور وہ بھی بقول ابن قیم صحیح نہیں ہے، جو غیر مقلدین کے لئے حجت اور قابل استدلال نہیں۔

حدیث علیؑ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۲۲۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی آٹھویں دلیل نقل کرتے ہیں:

قال موسى، حدثنا حماد بن سلمه، سمع عاصما الجحدري، عن أبيه عن عقبة بن ظبيان، عن علي رضي الله عنه ﴿فصل لربک وانحر﴾ وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ [التاریخ الكبير للبخاری ۶/۴۳۷، سنن بیہقی ۲/۴۵ بحوالہ انوار البدر ص ۲۲۰]

جواب: اس حدیث سے بھی استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال نہیں (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا)۔

ثانیا: آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی اس تفسیر کے بارے میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: لا يصح عن علي. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور سے ثابت نہیں۔

(فتح الغفور ص ۹۳، اصل صفة صلاة النبي ۱/۲۱۷)

علامہ البانی بیہقی والی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: محتمل للتحسين. یعنی حسن کے درجہ کو پہنچنے کا صرف احتمال ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ سند بھی علامہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (حوالہ بالا)

حدیث علیؑ (فوق السرة)...

سنابلی صاحب ص ۲۴۴ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن أعين، عن أبي بدر، عن أبي طلوت عبد السلام، عن ابن جريو الضبي، عن أبيه، قال رأيت عليا، رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة.

ابن جریر الضبی اپنے والد کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پھنچے (کلائی) کے پاس سے (یعنی جوڑ کے پاس) سے پکڑ رکھا تھا اور وہ ناف سے اوپر تھے۔ [سنن أبی داؤد ۱/۲۰۱ رقم: ۷۵۷ بحوالہ انوار البدر ص ۲۴۴]

جواب: سنابلی صاحب اس حدیث سے آپ کا استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ آپ کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔

ثانیا: آپ کے علامہ البانی کے بقول یہ حدیث ضعیف ہے، جس سے استدلال کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔

(ابوداؤد تہقیق البانی ۱/۷۵۷، ضعیف ابوداؤد ۱/۲۹۳ نمبر ۱۰)

ثالثا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ناف سے اوپر تھے نہ کہ سینہ کے اوپر؟ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ ایسی روایت پیش کریں جس میں ”علی الصدر“ (سینہ پر) کی صراحت ہو۔

ہاں یہ حدیث ”ناف کے نیچے“ باندھنے والوں کے لئے حجت ہو سکتی ہے، اس لئے ”ناف کے نیچے“ اور ”ناف کے اوپر“ میں کوئی زیادہ فرق نہیں، بہت ممکن

سنابلی صاحب ص ۲۶۳ پر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ پوری امت کے کسی بھی عالم نے اسے صحیح نہیں کہا۔“

جواب: حالاں کہ سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، تعصب، مسلک احناف سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛ اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **والصحيح حديث علي [صحیح حضرت علیؑ کی حدیث ہے]**۔ علامہ ابن المنذر نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔
(بدائع الفوائد ۳/۹۱، الاوسط فی السنن والایجماع والاختلاف ۳/۹۴ نمبر ۱۲۹۰)

سنابلی صاحب! فیصلہ فرمائیے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا تعلق اسی امت سے ہے یا کسی اور امت سے؟ اگر ہاں تو ان کا شمار علماء میں ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو معافی مانگئے، اور اگر نہیں تو اپنے مقدمہ نگار، تقریظ نگار اور ”اسلامک انفارمیشن می“ کے ممبران کو لے کر اپنی ایک الگ دنیا بنا لیجئے۔

(امام نووی کی اندھی تقلید)

اسی سطر میں آگے لکھتے ہیں: بل کہ اس کے ضعیف ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کا بیان آگے آ رہا ہے۔

(انوار البدر ص ۲۶۳)

جواب: سنابلی صاحب! اتنا بھاری بھر کم دعویٰ کیوں؟..... اسی لئے نا کہ اس میں ایک راوی عبد الرحمن بن اسحاق ہے؟..... لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اسی راوی یا اس کی روایت کو امام فہن امام ترمذی ”هذا حديث حسن غريب“ امام حاکم ”هذا حديث صحيح الاسناد“۔ امام بزار ”صالح الحديث“۔ علامہ البانی ”حسن“ کہتے ہیں۔ علامہ ابن قیم خصوصاً اسی حدیث کے بارے ”والصحيح حديث علي“ کہتے ہیں۔ حافظ ہر علامہ ابن حجر عسقلانی کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن اسحاق ان کے نزدیک بھی قابل اعتبار ہے۔ ابن خزیمہ ان کی روایت کو اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ: تحت السرة أقوى في الحديث، ناف کے نیچے (ہاتھ باندھنا) حدیث کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔ ابن قدامہ اور علامہ ابن المنذر نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔

(سنن ترمذی بتحقیق الالبانی ۳/۱۰۸ نمبر ۷۴۱، و ۳/۳۵۴ نمبر ۱۹۸۴، و ۳/۶۷۳ نمبر ۲۵۷۲، و ۵/۵۶۰ نمبر ۳۵۶۳، مستدرک حاکم ۱/۲۱۱ نمبر ۱۹۷۳، مسند بزار ۲/۲۷۷ نمبر ۶۹۶، بدائع الصنائع ۳/۹۱، القول المسدد ۱/۳۳۲ الحدیث الخامس، صحیح خزیمہ ۳/۳۰۶ نمبر ۲۱۳۶، مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ، الکافی لابن قدامہ ۱/۲۴۲ باب صفة الصلاة، الاوسط فی السنن والایجماع والاختلاف ۳/۹۴ نمبر ۱۲۹۰)

دوسرے عبد الرحمن بن اسحاق کی اس روایت کو متعدد محدثین مثلاً امام ابو داؤد، امام احمد، دارقطنی، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، امام طحاوی، امام ابن منذر، علامہ ضیاء المقدسی وغیرہ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ سنابلی صاحب نے خود یہ حوالے نقل کئے ہیں۔ (انوار البدر ص ۱۶۳)

اس کے علاوہ ان کی روایات کو ترمذی، دارمی، امام طبرانی، ابویعلیٰ الموصلی، امام حاکم، امام عبد بن....، ابن خزیمہ، بزار اور امام قضا عی نے اپنی مستشہاب میں بیان کیا ہے۔ (بحوالہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ ص ۱۰۵)

معلوم ہوا کہ امام ترمذی، امام حاکم، امام بزار، ابن خزیمہ، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن القیم اور اہل حدیث عالم علامہ البانی کے نزدیک عبد الرحمن بن اسحاق کی روایت (جس میں یہ روایت بھی شامل ہے) کم از کم حسن درجہ کی اور معتبر و قابل استدلال ہوگی۔ اس لئے کہ آپ کے بقول راوی حدیث کی تصحیح و تحسین اس راوی سے مروی حدیث کی تصحیح و تحسین ہوتی ہے۔ (انوار البدر)

سنابلی صاحب! آپ اور آپ کے تقریظ نگاروں؛ بل کہ پوری البانی و شوکانی پارٹی کی تحریروں اور دعویٰ کے مطابق آپ کا کام تو علم و تحقیق ہے، پھر آپ نے کیوں یہاں امام نووی کی اندھی تقلید کر لی؟ کیا امام نووی نے پوری امت کے حوالہ سے اتفاق نقل کیا ہے؟ یا آپ کی دنیا میں علم و تحقیق اسی کا نام ہے؟

سنابلی صاحب! آپ نے امام نووی کے حوالہ سے ”باتفاق امت“ ضعف کا دعویٰ نقل تو کر دیا؛ لیکن یہ بھول گئے کہ اس سے پہلے صفحہ ۱۶۹ پر اشارتاً انہی امام نووی کو بہتان لگانے والا کہہ چکے ہیں؟ کیا یہاں امام نووی بہتان نہیں لگا سکتے؟

اور یہ بھی آپ نے یہ نہیں سوچا کہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد امام ترمذی، امام حاکم، امام بزار، ابن خزیمہ، ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن القیم، ابن قدامہ، علامہ ابن المنذر اور اپنے علامہ البانی سے بھی آپ کا تعلق استوار نہیں رہ جائے گا؟ یا ان ائمہ کی عبارتیں آپ کے سامنے سے نہیں گزریں؟ اگر ساری کتابیں نہیں دیکھ سکتے تھے، تو

کم از کم علامہ ابن حجر عسقلانی کی ”القول المسد“ ہی دیکھ لئے ہوتے، یا سب کچھ جاننے، دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود آپ نے اپنے جذبہ اثبات باطل و ابطال حق کے مطابق حق بات سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی؟ امام ابو حنیفہ جیسے محدث، محقق، مجتہد اور فقیہ کے بارے میں فن جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین کے ”ما سمعت احدا ضعه“ (میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا) کہنے کے باوجود یہ دعویٰ کہ کسی امام نے ابو حنیفہ کی توثیق نہیں کی؛ لیکن امام نووی کے حوالہ سے تضعیف پر اتفاق نقل کر دینا اور اس کے سہارے امت کے ایک طبقہ کی تھلیل و تفسیق؛ بل کہ قرآن و حدیث اور اللہ و رسول کی مخالفت کا الزام دیدینا عین قرآن و حدیث اور اس کی اتباع ہے؟ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا اور ضرور دیجئے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ترمذی، امام حاکم، امام ہزار، ابن خزیمہ، علامہ ابن حجر عسقلانی، ابن قدامہ، علامہ ابن القیم، اسحاق بن راہویہ، علامہ ابن المنذر اور اہل حدیث عالم علامہ البانی کے نزدیک معتبر اور قابل استدلال ہے، خصوصاً جب کہ حضرت ابو جہلہ اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کے آنے والے آثار اور تلقی بالقبول اس کی تائید کرتے ہوں۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ بن مالک (من اخلاق النبوة...)

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل ببغداد أنبأ أبو عمر ابن السماك، ثنا محمد بن عبيد الله بن المنادي، ثنا أبو حذيفة ثنا سعيد بن زربي عن ثابت عن أنس قال: ثلاث من أخلاق النبوة تعجيل الإفطار وتأخير السحور ووضعك يمينك على شمالك في الصلاة تحت السرة. صحابي رسول الله صلى الله عليه وسلم منقول ہے کہ انہوں نے کہا: نبوت کے اخلاق میں سے ہے افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں تمہارا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھنا۔ (انوار البدر ص ۲۸۱)

سنابلی صاحب حضرت انس بن مالک کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے بعد تین صفحہ آگے ص ۲۸۵ پر ”تنبیہ“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: اسی روایت کو کچھ لوگ محلی لابن حزم سے پیش کرتے ہیں۔ عرض ہے کہ محلی میں اس روایت کی سند ہی مذکور نہیں۔ [المحلی بالآثار ۳/۳۰] لہذا یہ حوالہ غیر مستند ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! علامہ ابن حزم نے ہاتھ باندھنے پر بشمول دیگر احادیث اور آثار کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

[المحلی بالآثار ۳/۳۰]

اور آپ نے اسی کتاب میں ص ۱۸۵ پر علامہ ابن حزم ہی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف ثقہ رواۃ کی روایت سے ہی حجت پکڑی ہے: ولعلم من قرأ كتابنا هذا أننا لم نحتج إلا بخبر صحيح من رواية الثقات. ہماری یہ کتاب پڑھنے والا جان لے کہ ہم نے صرف ثقہ رواۃ کی صحیح روایت سے ہی استدلال کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ۲/۲۱، انوار البدر ص ۱۸۵)

معلوم ہوا کہ یہ اثر بھی قابل استدلال ہے، اور سنابلی صاحب کی طرف سے عدیم السند ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہونے کا دعویٰ باطل و مردود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

اس عنوان کے تحت سنابلی صاحب نے پہلے ص ۳۱۱ پر ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے حوالہ سے ”حدثنا وكيع، عن موسى بن عمير، عن علقمة بن وائل بن حجر“ کی سند سے حضرت وائل بن حجر کی روایت ”رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة.“ (یعنی وائل بن حجر نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا) نقل کی ہے۔ اس کے بعد وائل پیرا گراف میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس روایت میں تحت السرة (زیر ناف) کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ خفیوں نے اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے اس حدیث میں تحریف کر دی ہے اور اپنی طرف سے اس میں تحت السرة (زیر ناف) کا اضافہ کر دیا ہے۔ (انوار البدر ص ۳۱۱)

پھر آگے ص ۳۲۸-۳۶۵-۳۵۱-۳۲۹-۳۶۶-۳۲۸ پر بزم خویش مختلف دلائل سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کئے ہیں کہ واقعی اس حدیث میں تحریف کی گئی ہے اور ان کی طرف سے کیا جانے والا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ ذیل میں سنابلی صاحب کی ہر دلیل کے ساتھ مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے، جس سے سنابلی صاحب کی طرف سے کیا گیا دعویٰ اور ان کے دلائل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دلیل اول: سنابلی صاحب نے تحریف کی پہلی دلیل یہ دی ہے کہ: دیگر نسخوں اور دیگر کتابوں میں یہ روایت اسی سند سے ہے؛ لیکن ان میں یہ زیادتی نہیں ہے؟

(انوار البدر ص ۳۶۶، ۳۲۸)

جواب: سنابلی صاحب! آپ کیا فرمائیں گے ”علی صدرہ“ (سینہ پر ہاتھ باندھنے) والی روایت کے بارے میں جو ابن خزیمہ کے علاوہ سنن کبریٰ، مسند احمد، ابن

ماجد، مسند طرابلسی، بیہقی، نسائی، دارمی وغیرہ میں امام شافعی، قنبلہ بن سعید، یحییٰ بن آدم، ابو نعیم فضل بن دکین، وکیع بن الجراح، محمد بن یوسف القریابی، عبد الرزاق بن ہمام، حمیدی، سعید بن عبد الرحمن الحنظلی، شعبہ، ابو عوانہ، زہیر بن معاویہ، سلام بن سلیم، عنبسہ بن سعید، عبد الواحد بن زیاد، خالد بن عبد اللہ الواسطی، بشر بن المفضل، زائدہ بن قدامہ، اسحاق بن ابراہیم وغیرہ نے روایت کیا ہے؛ لیکن مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے علی صدرہ (سینہ پر ہاتھ باندھنے) کی زیادتی نہیں کی؟۔

(ملتقى اهل الحديث)

دلیل دوم: سنابلی صاحب نے تحریف کی دوسری دلیل یہ دی ہے کہ: جن نسخوں میں یہ زیادتی ہے، ان کے بارے میں معلوم نہیں، کہ اصل سے ان کا مقابلہ ہوایا نہیں؟ اور ان کے ناقل ثقہ ہیں یا غیر ثقہ؟

(انوار البدر ۳۳۹، ۳۶۵)

جواب: سنابلی صاحب! کیا اصل سے مقابلہ نہ ہونا اتنا بڑا جرم ہے، جس کو تحریف کی دلیل بنالیا جائے، صرف آپ نہیں؛ بل کہ شاید ہر پڑھا لکھا شخص بھی ہندوستان؛ بل کہ پورے برصغیر کی کتابوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوگا کہ نسخوں کا ذکر، اس کی وضاحت، تعارف یہ سب ماقبل میں نہیں ہوتا تھا، یہ تو صرف چند عشروں سے ایسا ہو رہا ہے، ورنہ مطبع نولکشور، مطبع مصطفائی، مطبع مجتہائی اور دیگر مطابع سے حدیث و فقہ اور دیگر فنون کی ہزاروں کتابیں چھپیں، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان ساری کتابوں میں اور آپ نے اپنی کتاب میں جن کتب کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے کتنی کتابوں کے محقق نے وضاحت کی ہے، کہ اس کے فلاں فلاں نسخے فلاں فلاں مقام پر ملے، اور میرا طریقہ تحقیق یہ ہے اور وہ ہے؟۔ اگر اصل سے مقابلہ نہ ہونا اور عدم وضاحت سے ان پر کوئی الزام نہیں آتا تو پھر ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے یہ ناشرین و ناخن کیوں اتنے بڑے مجرم ہو گئے؟ آپ نے اپنی کتاب میں جن کتب کا حوالہ دیا ہے کیا ہر کتاب کے ناخن و ناشر وغیرہ کی ثقاہت مضبوط اور ٹھوس حوالوں سے ثابت کر سکتے ہیں؟

دلیل سوم: سنابلی صاحب نے تحریف کی تیسری دلیل یہ دی ہے کہ: اس حدیث کے فوراً بعد ابراہیم نخعی کا اثر ہے، شاید ناخن نے اسے حدیث مرفوع سمجھ لیا ہو؟

(انوار البدر ص ۳۵۱)

جواب: سنابلی صاحب! کیا صرف ایک احتمال کی وجہ سے کسی ناقل کو تحریف اور حدیث کو تحریف شدہ کہہ کر انکار کیا جاسکتا ہے؟

دلیل چہارم: سنابلی صاحب نے تحریف کی چوتھی دلیل یہ دی ہے کہ: (قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ جیسے عظیم محدث کی نظر پڑنے کے پونے تین سو سال بعد) علامہ حیات سندھی متوفی ۱۱۶۳ھ (جو بقول عبد الرشید نعمانی شیعہ اور بقول حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد تھے) [دراسات السبب للنعمانی، اہل حدیث ایک صفاتی نام] (اور پونے چار سو سال بعد) علامہ مبارکپوری کو یہ حدیث نہیں مل سکی؟۔

(انوار البدر ص ۳۲۸، تحفۃ الاُحوذی ۵/۲)

جواب: سنابلی صاحب! علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری وغیرہ کو ائمہ ثلاثہ کا ”علی الصدر“ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے والا قول بھی تو نہیں مل سکا تھا، ورنہ یہ حضرات مسالک کو بیان کرتے وقت ضرور اس کا ذکر کرتے۔ پھر آپ نے کیوں ان کی بات تسلیم نہیں کی اور آگے صفحہ ۳۷۷ پر لکھ مارا کہ: ائمہ ثلاثہ کا ایک ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔

اگر علامہ حیات سندھی اور حافظ عبد الرحمن مبارکپوری وغیرہ کی بات قابل التفات ہے، تو حافظ قاسم بن قطلوبغا، شیخ ابوالطیب مدنی سندھی، شیخ قائم سندھی، شیخ ہاشم سندھی اور شیخ عابد سندھی وغیرہ کی خبر کیوں لائق التفات نہیں، جس کی صراحت ”تخریج احادیث الاختیار، شرح ترمذی، فوز الکرام، التعلیق الحسن علی آثار السنن، طوابع الانوار شرح در مختار، تحفۃ الاُحوذی ۵/۲، انوار البدر ص ۳۵۰“ میں موجود ہے۔

دلیل پنجم: سنابلی صاحب نے تحریف کی پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ: اکابر علماء احناف علامہ عینی، ابن ہمام، علامہ زبیلی، ابن الترمکائی، علامہ نیموی، علامہ کشمیری وغیرہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا؟

(انوار البدر ص ۳۲۸)

جواب: محترم سنابلی صاحب! جب احناف دونوں نسخوں کو مانتے ہیں، جس میں ”تحت السرة“ کی زیادتی ہے، اسے بھی، اور جس میں نہیں ہے، اسے بھی۔ تو جس کے پاس پہلا نسخہ تھا اس نے زیادتی کا ذکر نہیں کیا۔ کیا اتنی سی بات کی وجہ سے تحریف کا الزام لگایا جاسکتا ہے؟ کیا کسی مکتب فکر کے بعض علماء کا کسی حدیث کو ذکر نہ کرنے کی وجہ سے اس حدیث کا محرف، غلط اور بے اصل ہونا لازم آتا ہے؟

اگر ہاں تو پھر پہلے ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے صراحتاً ”علی الصدر“ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قول کی نفی کر دیجئے، اور یہ اقرار کیجئے کہ امام ابو حنیفہ سمیت ائمہ ثلاثہ کا مسلک بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا نہیں تھا، اس کے بعد یہ اعتراض کیجئے، اس لئے کہ بشمول اکابر غیر مقلدین علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری، دیگر مصنفین کتب اور ائمہ نے ائمہ ثلاثہ کی طرف سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت نہیں کی ہے۔ اگر ائمہ ثلاثہ کا کوئی قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہوتا

تو وہ حضرات ضرور نقل کرتے۔

سنابلی صاحب! کیسے آپ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ احناف کے پاس اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ جب کہ آپ کے شیخ حیات سندھی (اہل حدیث ایک صفاتی نام ص ۱۲۸)، جن کی عبارت پر آپ کی پوری بحث کا مدار ہے، وہ اپنے رسالہ میں جوش عابد سندھی کے رد میں ہے، کہتے ہیں: لیس غرضی انہم لیس لہم دلیل قوی مثبت لمدعاہم بل لہم دلیل قوی ثبت عندہم ولم یصل الینا ولایلزمن عدم الوصول عدم عندہم۔ یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ احناف کے پاس اپنے موقف ناف کے نیچے باندھنے پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے؛ بل کہ ان کے پاس اپنے موقف کے ثبوت پر قوی دلیل ہے؛ لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی، اور ہم تک اس مضبوط دلیل کے نہ پہنچنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تک بھی نہ پہنچی ہو۔

”درة فی اظہار غش نقد الصرة“ میں لکھتے ہیں: لایلزمن من ضعف هذا الدلیل ضعف قول الامام لأنه ماقاله الا عن دلیل ثبت عندہ وان خفی علینا ذلک۔ یعنی (عابد سندھی کے رسالہ میں ذکر کردہ) دلیل کے کمزور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ کا قول کمزور ہو، اس لئے کہ انہوں نے یہ بات دلیل کے بغیر نہیں کہی ہوگی، اگرچہ وہ دلیل ہم پر پوشیدہ ہو۔

سنابلی صاحب! احناف پر تحریف جیسے گھناؤنے جرم کا الزام لگانے سے پہلے آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ”سینہ پر“ یا ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کا مسئلہ احناف کے یہاں صرف رائج مرجوح، افضل مفضول اور استحباب وعدم استحباب کا ہے، اور نماز بہر صورت ہو جاتی ہے؟ اور راجحیت و افضلیت کو ثابت کرنے کے لئے کوئی حدیث رسول میں تحریف جیسا گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا؟۔

آپ احناف کو مخرف، خائن، ہٹ دھرم وغیرہ ثابت کرنے اور لوگوں کو مسلک احناف سے برگشتہ کرنے کے لئے ۳۱۰ سے ۳۶۸ تک مکمل ۵۸ صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے، لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ اگر مسئلہ حلال و حرام، جائز ناجائز وغیرہ کا ہوتا، تو شاید..... شاید..... شاید کوئی احناف پر آپ کے اس الزام؛ بل کہ بہتان پر کان دھرتا؛ لیکن.....

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے بعض نسخوں میں ”تحت السرة“ (ناف کے نیچے) کے الفاظ نہ ہونے کی وجہ سے صریحاً تحریف کہہ کر انکار کر دینا صحیح نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو بکر اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم کی روایات و آثار اس کے مؤید ہوں، اور صحابہ کرام و تابعین عظام کا اس کے مطابق عمل بھی ہو، تاہم بالکل یہ صرف اسی پر اعتماد کر لینا بھی راقم کی نظر میں صحیح نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تنبیہ: غالباً سنابلی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

باب سوم: اقوال اہل علم

باب سوم: اقوال اہل علم

تابعین کے اقوال

(امام ابوحنیفہ سے عداوت)

سنابلی صاحب ”باب سوم“ [اقوال اہل علم] صفحہ ۳۷۱/۳۷۲ میں ”تابعین کے اقوال“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ

(احناف، ناقل) لوگ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی کہتے ہیں (جو غلط ہے).....

جواب: سنابلی صاحب! آپ کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، خیانت، دھوکہ، فراڈ، بہتان، تعصب اور امام ابوحنیفہ سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛

اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ ذی الحجہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں اس وقت پیدا ہوئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک سے جن لوگوں کی

آنکھیں روشن ہوئی تھیں، ان میں سے چند بزرگ مثلاً انس بن مالک متوفی ۹۱-۹۲-۹۳ھ، عبد اللہ بن عقبہ متوفی ۸۹ھ، سہل بن سعد متوفی ۸۸-۹۱ھ، وائل بن اسقع

متوفی ۸۵-۸۶ھ، ابوامامہ بانی متوفی ۸۶ھ، عبد اللہ بن ابی اونی متوفی ۸۷-۸۸ھ، عبد اللہ بن الحارث متوفی ۸۵-۸۶-۸۷-۸۸ھ، سعد بن سہل متوفی ۱۰۱ھ

وغیرہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، جن میں سے بعض کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے؛ اسی وجہ سے اکثر محدثین مؤرخین مثلاً حافظ ذہبی، علامہ ابن حجر

عسقلانی، علامہ عینی، علامہ سیوطی، خطیب بغدادی، ابن الجوزی، علامہ ابن عبد البر، علامہ ابن سعد، امام نووی، حافظ عراقی، دارقطنی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری، علامہ

قسطلانی اور محمد ابن اسحاق وغیرہ نے صریحاً آپ کی روایت کا اقرار کیا ہے: آپ کی تسکین کی خاطر چند عبارتیں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

”تہذیب التہذیب“ ۱۰/۲۳۹ میں ہے: ۸۱۔ [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ”فتاویٰ ابن حجر“ میں ہے: انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة. امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کوفہ میں پایا (بحوالہ التعليق الممجد ۱۲۳/۱)۔ ”تاریخ بغداد“ ۱۵/۲۳۲ نمبر ۲۳۹/۲ میں ہے: النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی امام اصحاب الرأي و فقیہ اهل العراق رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”طبقات الحفاظ للسيوطی“ ۸۰/۱۵۶ نمبر ۱۵۶ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت التیمی الکوفی، فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي و قيل انه من ابناء فارس، رأى أنسا. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الکاشف“ ۳۲۲/۲ نمبر ۲۲۲ میں ہے: النعمان بن ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفة فقیہ العراق رأى أنسا [ت، س]. عراق کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”سیر اعلام النبلاء“ ۳۹۰/۶ نمبر ۱۲۳ میں ہے: [ت، س] الامام، فقیہ الملة، عالم العراق، ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی ولد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة و رأى انس بن مالک لما قدم عليهم الكوفة. ملت کے فقیہ، عراق کے عالم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صغار صحابہ کی زندگی میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”تاریخ الاسلام“ ۳۰۶/۹ میں ہے: الامام العلم أبو حنیفة الکوفی الفقیہ ولد سنة ثمانين و رأى أنسا بن مالک غير مرة بالكوفة اذا قدمها أنسا. امام ابو حنیفہ کوئی فقیہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی آمد پر کوفہ میں ایک سے زائد بار زیارت کئے۔ ”مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبہ“ ۱۲/۱ میں ہے: ولد رضى الله عنه وارضاه في سنة ثمانين في خلافة عبد الملك بن مروان بالكوفة و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضى الله عنهم و كان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان فانه صح انه رأى أنسا بن مالک اذا قدمها أنسا رضى الله عنه. ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وارضاه ۸۰ ہجری میں عبد الملك بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت باحیات تھی، اور ان شاء اللہ اچھے تابعین میں سے ہیں، اس لئے صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”جامع بيان العلم وفضله“ ۲۰۳/۲ نمبر ۳۲۱۶ میں ہے: قال أبو عمر: ذكر محمد بن سعد كاتب الواقدي أن أباحنیفة رأى أنسا بن مالک و عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي. ابو عمر علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ: الواقدي کے کاتب محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن الحارث بن جزء بن زبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ ”تہذیب الکمال“ ۲۹/۲۱۸ میں ہے: [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي ... رأى أنسا بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الفهرست لابن ندیم“ میں ہے: أبو حنیفة النعمان بن ثابت و كان من التابعين لقي من عدة من الصحابة. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعین میں سے ہیں، چند صحابہ کرام سے آپ نے ملاقات کی (المقالة السادسة ۲۵۱/۱)۔ ”العلل المتناهية في الأحاديث الواهية“ ۱۲۸/۱ نمبر ۱۹۶ میں ہے: قال الدارقطني أبو حنیفة لم يسمع من أحد من الصحابة، انما رأى أنسا بن مالک بعينه. دارقطني کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے کچھ نہیں سنا، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”معانی الأخيار“ ۱۲۲/۳ میں ہے: كان أبو حنیفة رضى الله عنه من سادات التابعين، رأى أنسا بن مالک. امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سادات تابعین میں سے ہیں، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”مرآة الجنان و عبرة اليقظان“ ۲۳۲/۱ میں ہے: الامام أبو حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی مولده سنة ثمانين رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”منازل الائمة الاربعة“ ۱۶۸/۱ میں ہے: قد كان في أيام ابی حنیفة اربعة من الصحابة أنسا بن مالک، عبد الله بن ابی اوفی الانصاري، ابو الطفيل عامر بن واثلة، وسهل بن سعد الساعدي و جماعة من التابعين كالشعبي و النخعي و علي بن الحسين و لم يأخذ ابو حنیفة عنهم و رأى أنسا بن مالک سنة خمس و تسعين و سمع منه. امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ حضرت انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفی انصاری، ابو الطفیل عامر بن واثلة، سہل بن سعد ساعدی اور تابعین کی ایک جماعت مثلاً امام شعبی، نخعی اور علی بن حسین موجود تھی، ان سے امام نے کچھ علم حاصل نہیں کیا ۹۵ ہجری میں حضرت انس بن مالک کی زیارت سے فیضیاب ہوئے اور ان سے (حدیث) کنی۔ ”البدایة و النہایة“ ۱۱۴/۱۰ میں ہے: الامام ابو حنیفة واسمه النعمان بن ثابت التیمی مولا هم الکوفی لانه ادرك عصر الصحابة و رأى أنسا بن مالک و قيل و غيره. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے صحابہ کا زمانہ پایا اور حضرت انس بن مالک کو اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دیکھا۔ ”الضوء الاعم المبین عن مناهج المحدثين“ ۲۳۹/۱ میں ہے: لقي الامام

”تہذیب التہذیب“ ۱۰/۲۳۹ میں ہے: ۸۱۔ [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ”فتاویٰ ابن حجر“ میں ہے: انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة. امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کوفہ میں پایا (بحوالہ التعليق الممجد ۱۲۳/۱)۔ ”تاریخ بغداد“ ۱۵/۲۳۲ نمبر ۲۳۹/۲ میں ہے: النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی امام اصحاب الرأي و فقیہ اهل العراق رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”طبقات الحفاظ للسيوطی“ ۸۰/۱۵۶ نمبر ۱۵۶ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت التیمی الکوفی، فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي و قيل انه من ابناء فارس، رأى أنسا. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الکاشف“ ۳۲۲/۲ نمبر ۲۲۲ میں ہے: النعمان بن ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفة فقیہ العراق رأى أنسا [ت، س]. عراق کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”سیر اعلام النبلاء“ ۳۹۰/۶ نمبر ۱۲۳ میں ہے: [ت، س] الامام، فقیہ الملة، عالم العراق، ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی ولد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة و رأى انس بن مالک لما قدم عليهم الكوفة. ملت کے فقیہ، عراق کے عالم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صغار صحابہ کی زندگی میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”تاریخ الاسلام“ ۳۰۶/۹ میں ہے: الامام العلم أبو حنیفة الکوفی الفقیہ ولد سنة ثمانين و رأى أنسا بن مالک غير مرة بالكوفة اذا قدمها أنسا. امام ابو حنیفہ کوئی فقیہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی آمد پر کوفہ میں ایک سے زائد بار زیارت کئے۔ ”مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبيه“ ۱۲/۱ میں ہے: ولد رضى الله عنه وارضاه في سنة ثمانين في خلافة عبد الملك بن مروان بالكوفة و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضى الله عنهم و كان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان فانه صح انه رأى انس بن مالک اذا قدمها أنسا رضى الله عنه. ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وارضاه ۸۰ ہجری میں عبد الملك بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت باحیات تھی، اور ان شاء اللہ اچھے تابعین میں سے ہیں، اس لئے صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”جامع بيان العلم وفضله“ ۲۰۳/۲ نمبر ۳۲۱۶ میں ہے: قال أبو عمر: ذكر محمد بن سعد كاتب الواقدي أن أباحنیفة رأى أنسا بن مالک و عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي. ابو عمر علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ: الواقدي کے کاتب محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن الحارث بن جزء بن زبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ ”تہذیب الکمال“ ۲۹/۲۱۸ میں ہے: [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي ... رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الفهرست لابن ندیم“ میں ہے: أبو حنیفة النعمان بن ثابت و كان من التابعين لقي من عدة من الصحابة. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعین میں سے ہیں، چند صحابہ کرام سے آپ نے ملاقات کی (المقالة السادسة ۲۵۱/۱)۔ ”العلل المتناهية في الأحاديث الواهية“ ۱۲۸/۱ نمبر ۱۹۶ میں ہے: قال الدارقطني أبو حنیفة لم يسمع من أحد من الصحابة، انما رأى أنسا بن مالک بعينه. دارقطني کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے کچھ نہیں سنا، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”معانی الأخيار“ ۱۲۲/۳ میں ہے: كان أبو حنیفة رضى الله عنه من سادات التابعين، رأى أنسا بن مالک. امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سادات تابعین میں سے ہیں، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”مرآة الجنان و عبرة اليقظان“ ۲۳۲/۱ میں ہے: الامام أبو حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی مولده سنة ثمانين رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”منازل الائمة الاربعة“ ۱۶۸/۱ میں ہے: قد كان في أيام ابی حنیفة اربعة من الصحابة انس بن مالک، عبد الله بن ابی اوفی الانصاري، ابو الطفيل عامر بن واثلة، و سهل بن سعد الساعدي و جماعة من التابعين كالشعبي و النخعي و علي بن الحسين و لم يأخذ ابو حنیفة عنهم و رأى انس بن مالک سنة خمس و تسعين و سمع منه. امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ حضرت انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفی انصاری، ابو الطفیل عامر بن واثلة، سهل بن سعد ساعدي اور تابعین کی ایک جماعت مثلاً امام شعبی، نخعی اور علی بن حسین موجود تھی، ان سے امام نے کچھ علم حاصل نہیں کیا ۹۵ ہجری میں حضرت انس بن مالک کی زیارت سے فیضیاب ہوئے اور ان سے (حدیث) کنی۔ ”البدایة و النہایة“ ۱۱۴/۱۰ میں ہے: الامام ابو حنیفة و اسمه النعمان بن ثابت التیمی مولا هم الکوفی لانه ادرك عصر الصحابة و رأى انس بن مالک و قيل و غيره. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے صحابہ کا زمانہ پایا اور حضرت انس بن مالک کو اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دیکھا۔ ”الضوء الاعم المبین عن مناهج المحدثين“ ۲۳۹/۱ میں ہے: لقي الامام

اور اسی طرح ابوجہول لاحق بن حمید نے کہا ہے اور اس بارے میں سب سے صحیح سعید بن جبیر اور ابوجہول کا قول ہے۔

(السنن الكبرى للبيهقي ۳/۲ بحوالہ انوار البدر ص ۳۷۱)

جواب: سنابلی صاحب! امام بیہقی نے کوئی سند نقل کی ہے؟ وہ بھی لکھ دیجئے۔ اور یہ بھی بتا دیجئے کہ جب حضرت ابوجہول رحمہ اللہ کا ایک قول ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا تھا تو محدثین اور فقہاء نے اسے نقل کیوں نہیں کیا؟ بلکہ آپ کے وہی علامہ حیات سندھی۔ جن کے حوالہ سے آپ نے احناف پر تحریف کا الزام لگایا ہے۔ فرماتے ہیں: مذہب ابی مجلز هو الوضع أسفل السرة یعنی حضرت ابوجہول کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ہے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ آگے: ”وجاء ذلك عنه بسند جيد“ کہہ کر اس کی مضبوطی کو بھی بتا دیا۔

کیوں سنابلی صاحب! آپ کے علامہ حیات سندھی جس کی سند کو ”سند جيد“ کہیں اسے مانا جائے گا یا کسی ایسی بات کو جس کی سند ہی مذکور نہ ہو؟ اور اگر بقول شما ”فوق السرة“ والی بات تسلیم ہی کر لیجائے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ناف کے نیچے اور اوپر میں کوئی زیادہ فرق نہیں، جس کی وجہ سے ناقلین نے ناف سے نیچے کو ناف سے اوپر محمول کر لیا؟ کیا ایک باسند اثر کو بغیر کسی معقول وجہ کے صرف احتمال سے ترک کیا جاسکتا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابوجہول رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہی تھا، اور یہ اثر حضرت وائل بن حجر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات کا مؤید بھی ہے۔ اور سنابلی صاحب کا ”فوق السرة“ (ناف سے اوپر) والی روایت کی طرف اشارہ کر کے ”تحت السرة“ (ناف کے نیچے) والی روایت) کا انکار کر دینا صحیح نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ دوسرے حضرات حضرت ابوجہول رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہی بتاتے ہوں۔

تنبیہ: غالباً سنابلی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول

حدثنا وكيع، عن ربيع، عن أبي معشر، عن ابراهيم، قال: يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة. ابراهيم نخعي رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة. سلفية: ۳۹۰/۱ وأخرجه محمد بن الحسن الشيباني في الآثار: ۳۲۲/۱ من طريق ربيع بن صبيح به، انوار البدر ص ۳۷۲)

سنابلی صاحب ص ۳۷۲ پر اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ ابراہیم نخعی سے ثابت ہی نہیں کیوں کہ اس کی سند میں ربیع بن صبیح ہے بعض نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن بعض نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ آگے صفحہ ۳۷۴ پر لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی سے مروی کسی بھی قول کی سند صحیح نہیں ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! بعض کے جرح کر دینے سے یہ روایت غیر ثابت اور ردی کی ٹوکری میں چلی گئی؟۔ [ضعیف ہے، یہ حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں، غلطی کرتے تھے اور محدثین ان کی حدیث میں اختلاف کرتے تھے، ضعیف کہا جاتا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، غلطی کرتے تھے، بعض چیزوں میں غلطی کرتے ہیں، منکر ہیں اور ثقہ سے مناکیر بیان کرتے ہیں، سچے اور زیادہ غلطیاں کرنے والے ہیں، جمہور نے تضعیف کی ہے، سچے اور برے حافظہ والے ہیں، جیسے [جرح کے الفاظ منقول ہونے کے باوجود، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی مؤمل بن اسماعیل کی حدیث ضعیف نہیں ہوئی؛ بلکہ بلا شک و شبہ صحیح اور ثابت ہی رہی (انوار البدر ص ۱۴۳-۱۷۱)۔ لیکن ربیع بن صبیح کے بارے میں ”كان ضعيفا في الحديث“ (یہ حدیث میں ضعیف تھا) ”ضعيف جدا“ (تخت ضعیف ہے)، منقول ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم نخعی کا یہ اثر ایسا غیر ثابت اور ناقابل استدلال ہو گیا؟ ائمہ اہل الجہل کی بن معین، امام احمد، امام ابوزرہ، امام شعبہ اور علامہ ذہبی کے قول ”ثقة، لا بأس به، شيخ صالح صدوق، من سادات المسلمين، العابد الامام كبير الشأن، للربيع أحاديث صالحة مستقيمة، أرجو أنه لا بأس به و بروایاتہ“ کی کوئی حیثیت ہی نہیں؟

(سير أعلام النبلاء ۶/۲۵۷ نمبر ۱۰۸۸ الطقة السادسة من التابعين، الجرح والتعديل ۳/۲۵ نمبر ۲۰۸۳، الكامل لابن عدى ۳۸/۴ نمبر ۲۵۲)

آخر یہ دو الگ الگ پیمانے کیوں؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ حدیث آپ کی مستدل تھی اور یہ احناف کی؟۔

(سنابلی صاحب کی خود غرضی)

سنابلی صاحب ص ۳۷۳ پر لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تحت السرة کی بات ثابت نہیں ہے اسی لئے امام ابن عبد البر نے کہا:

وروى ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي ولا يثبت ذلك عنهم.

اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بات علی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی سے منقول ہے لیکن یہ بات ان لوگوں سے ثابت نہیں ہے۔ [التمهيد لما في

جواب: سنابلی صاحب! ذرا نظر اٹھا کر اسی سطر کے اوپر والی سطر دیکھئے، یہی امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: وقال الثوری وابو حنیفة واسحاق اسفل السرة. امام سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔

آپ نے کیوں ص ۱۶۸-۱۶۹ پر لکھ دیا کہ سفیان ثوری کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا نہیں ہے، اور ان کی طرف اس کی نسبت کرنا جھوٹ، من گھڑت اور بہتان ہے۔ کیا وہاں امام ابن عبدالبر صراحتاً سفیان ثوری کا مسلک ناف کے نیچے نہیں بتا رہے ہیں؟ یا بر بنائے تعصب و عناد یہ عبارت نظر ہی نہیں آئی؟ یا آئی لیکن یہود کے بہود کی طرح

میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو؟

سنابلی صاحب! وہاں تو آپ نے سفیان ثوری کی طرف تحت السرة کی نسبت کرنے والوں کی بات کو جھوٹ، من گھڑت اور بہتان قرار دیا تھا؛ اب ذرا امام ابن عبدالبر کے بارے میں بھی اپنا قول فیصل سنا دیجئے؟ اس لئے کہ وہی جرم ابن عبدالبر بھی یہاں کر رہے ہیں اور سفیان ثوری کی طرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نسبت کر رہے ہیں۔

اور ہاں اپنا فیصلہ سنانے کے بعد یہ بھی ضرور بتا دیجئے گا کہ کیا آپ کے دھرم میں جھوٹے، باتیں گھڑنے والے اور بہتان لگانے والے کی بات بھی حجت اور قابل استدلال ہوتی ہے؟۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خنی رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہی تھا، اور یہ اثر حضرت وائل بن حجر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات کا مؤید بھی ہے۔ اور سنابلی صاحب کا ربیع بن صبیح پر معمولی جرح کی وجہ سے اس اثر کی صحت کا انکار کر دینا صحیح نہیں۔
تنبیہ: غالباً سنابلی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

ائمہ اربعہ کے اقوال

(ائمہ ثلاثہ کی طرف غلط اور جھوٹی نسبت)

اس عنوان کے تحت سنابلی صاحب ص ۳۷۴ پر لکھتے ہیں کہ: تینوں ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں جن میں سے ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنا بھی ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! کس کتاب میں ان ائمہ کے یہ اقوال مروی ہیں، ذرا ان کا حوالہ تو دیتے؟ کیسے آپ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے؟ کیا شوافع کی کتابوں میں سے

(۱) مختصر المزنی ۸/۱۰۷

(۲) اللباب فی الفقہ الشافعی ۱/۱۰۱

(۳) الاقناع للماوردی ۱/۳۸

(۴) الحاوی الکبیر ۲/۱۰۰

(۵) التنبیہ فی الفقہ الشافعی ۱/۳۰

(۶) المہذب فی فقہ الامام الشافعی للشیرازی ۱/۱۳۶

(۷) نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب ۲/۱۳۶

(۸) الوسیط فی المذہب ۲/۱۰۰

(۹) حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء ۲/۸۲

(۱۰) البیان فی مذہب الامام الشافعی ۲/۷۵

(۱۱) المجموع شرح المہذب ۳/۳۱۳

(۱۲) روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ۱/۲۳۲

حنا بلکہ کی کتابوں میں سے

- (۱) شرح أخصر المختصرات [باب صفة الصلاة] ۳/۷۰.
 - (۲) شرح زاد المستقنع للحمد ۲۸/۵.
 - (۳) الکافی فی فقہ الامام أحمد ۲۳۳/۱.
 - (۴) المغنی لابن قدامة ۳۴۱/۱.
 - (۵) عمدة الفقہ ۲۴/۱.
 - (۶) العدة شرح العمدة ۷۷/۱.
 - (۷) المحرر فی الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل ۵۳/۱.
 - (۸) الفروع وتصحيح الفروع ۱۶۸/۲.
 - (۹) شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی ۵۴۲/۱ نمبر ۴۵۸.
 - (۱۰) المبدع فی شرح المقنع ۳۸۱/۱.
 - (۱۱) الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف للمرداوی ۳۶/۲.
 - (۱۲) الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ۱۱۳/۱.
 - (۱۳) الأوسط فی السنن والایجام والاختلاف ۹۳/۳ نمبر ۱۲۸۹.
- فقہ مالکی کی کتابوں میں سے:

(۱) المدونة ۱۶۹/۱

(۲) البیان والتحصیل ۳۹۵/۱

(۳) جامع الامہات ۹۴/۱

(۴) ارشاد السالک ۷۷/۱

(۵) القوانين الفقهية ۴۳/۱

وغیرہ آپ کی نظر سے نہیں گذری؟ کیا ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں آپ اپنا دعویٰ دکھا سکتے ہیں؟ آخر ان کتابوں میں ان ائمہ کا وہ قول کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ جب کہ یہ کتابیں انہیں کے فقہی مسائل و مسائل پر لکھی گئی ہیں؟ سنابلی صاحب! آپ نے ص ۲۳۳ اور آپ کے تقریظ نگار ابو زید ضمیر صاحب نے ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ (فوق السرة) ”ناف سے اوپر“ کا مطلب ہے سینہ پر ہاتھ باندھنا۔ اس سلسلہ میں مولانا تھانوی کی عبارت کے علاوہ قرآن و حدیث سے کوئی صریح دلیل بھی آپ کے پاس ہے؟ جب امام احمد کا ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا ہے، تو انہوں نے اس کو مکروہ کیوں قرار دیا؟ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب ان ائمہ سے ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے، تو آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری نے اقوال شمار کرتے ہوئے اس قول کو (جو کہ ان حضرات اور آپ کے مطلب کا بھی تھا) کیوں نظر انداز کر دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس وقت ان ائمہ کا یہ قول ان سے ثابت ہی نہیں تھا؛ بلکہ جب آپ کتاب لکھنا شروع کئے اس وقت ان کا ایک قول یہ بھی ہو گیا؟ کیا کسی ایک کتاب یا دوسرے مسلک کی کتاب کی عبارت دیکھ کر فیصلہ کر دیا جاتا ہے؟

(دیکھئے: فتح الغفور، تحفة الأحمذی ۷۴/۲)

واضح رہے کہ ”الخلاصة ۷۸/۷“ کی عبارت یجوز قبضهما علی الصدر فی النفل“ اور اسی طرح ”شرح مختصر التبریزی“ اور ”ہدایہ“ وغیرہ کی عبارت مرجوح، اکثر کتابوں کے خلاف اور دوسرے مسلک کی ہونے کی بنا پر غیر مقلدین کے لئے چنداں مفید نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ اس مذہب کے متبعین اس کا انکار کرتے ہوں یا سینہ پر باندھنے کے علاوہ دوسری صورت کو رائج اور صحیح کہتے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کوئی بھی امام سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں اور نہ ہی کسی کا یہ مسلک ہے؛ بلکہ بقول علامہ عبدالرحمن مبارکپوری:

(۱) امام ابو حنیفہ کا مسلک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔

حنا بلکہ کی کتابوں میں سے

- (۱) شرح أخصر المختصرات [باب صفة الصلاة] ۳/۷۰.
 - (۲) شرح زاد المستقنع للحمد ۲۸/۵.
 - (۳) الکافی فی فقہ الامام أحمد ۲۳۳/۱.
 - (۴) المغنی لابن قدامة ۳۴۱/۱.
 - (۵) عمدة الفقہ ۲۴/۱.
 - (۶) العدة شرح العمدة ۷۷/۱.
 - (۷) المحرر فی الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل ۵۳/۱.
 - (۸) الفروع وتصحيح الفروع ۱۶۸/۲.
 - (۹) شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی ۵۴۲/۱ نمبر ۴۵۸.
 - (۱۰) المبدع فی شرح المقنع ۳۸۱/۱.
 - (۱۱) الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف للمرداوی ۳۶۲/۲.
 - (۱۲) الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ۱۱۳/۱.
 - (۱۳) الأوسط فی السنن والایجام والاختلاف ۹۳/۳ نمبر ۱۲۸۹.
- فقہ مالکی کی کتابوں میں سے:

- (۱) المدونة ۱۶۹/۱.
- (۲) البیان والتحصیل ۳۹۵/۱.
- (۳) جامع الامہات ۹۴/۱.
- (۴) ارشاد السالک ۷۷/۱.
- (۵) القوانين الفقهية ۴۳/۱.

وغیرہ آپ کی نظر سے نہیں گذری؟ کیا ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں آپ اپنا دعویٰ دکھا سکتے ہیں؟ آخر ان کتابوں میں ان ائمہ کا وہ قول کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ جب کہ یہ کتابیں انہیں کے فقہی مسائل و مسائل پر لکھی گئی ہیں؟ سنابلی صاحب! آپ نے ص ۲۳۳ اور آپ کے تقریظ نگار ابو زید ضمیر صاحب نے ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ (فوق السرة) ”ناف سے اوپر“ کا مطلب ہے سینہ پر ہاتھ باندھنا۔ اس سلسلہ میں مولانا تھانوی کی عبارت کے علاوہ قرآن و حدیث سے کوئی صریح دلیل بھی آپ کے پاس ہے؟ جب امام احمد کا ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا ہے، تو انہوں نے اس کو مکروہ کیوں قرار دیا؟ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب ان ائمہ سے ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے، تو آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری نے اقوال شمار کرتے ہوئے اس قول کو (جو کہ ان حضرات اور آپ کے مطلب کا بھی تھا) کیوں نظر انداز کر دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس وقت ان ائمہ کا یہ قول ان سے ثابت ہی نہیں تھا؛ بلکہ جب آپ کتاب لکھنا شروع کئے اس وقت ان کا ایک قول یہ بھی ہو گیا؟ کیا کسی ایک کتاب یا دوسرے مسلک کی کتاب کی عبارت دیکھ کر فیصلہ کر دیا جاتا ہے؟

(دیکھئے: فتح الغفور، تحفة الأحوذی ۷۴/۲)

واضح رہے کہ ”الخلاصة ۷۸/۷“ کی عبارت یحوز قبضہما علی الصدر فی النفل“ اور اسی طرح ”شرح مختصر التبریزی“ اور ”ہدایہ“ وغیرہ کی عبارت مرجوح، اکثر کتابوں کے خلاف اور دوسرے مسلک کی ہونے کی بنا پر غیر مقلدین کے لئے چنداں مفید نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ اس مذہب کے متبعین اس کا انکار کرتے ہوں یا سینہ پر باندھنے کے علاوہ دوسری صورت کو رائج اور صحیح کہتے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کوئی بھی امام سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں اور نہ ہی کسی کا یہ مسلک ہے؛ بلکہ بقول علامہ عبدالرحمن مبارکپوری:

(۱) امام ابو حنیفہ کا مسلک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔

(سنابلی صاحب کی کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کا خلاصہ)

(۱) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی کہ نماز میں حالت قیام میں سینہ پر ”ہی“ ہاتھ باندھا جائے۔

جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۲) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”احناف کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، حالاں کہ ان کے اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔“ جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۳) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”(احناف کے موقف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں) بعض صحابہ کی طرف جو روایات منسوب ہیں وہ بھی سخت ضعیف اور مردود ہیں۔“

جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اللہ اور اس کے رسول نے خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے۔ جب کہ یہ جھوٹ ہے۔

(۵) کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ: بعض نے ناف سے اوپر اور بعض نے سینہ پر باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ فقہاء کرام میں امام اسحاق بن راہویہ کا یہی موقف ہے۔

یہ بھی غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۶) مناظر جماعت فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عنہ عبد الکریم صاحب مدنی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ: ”مذہب فقہیہ میں شوافع، حنابلہ اور مالک میں اہل تحقیق سینہ پر ہی ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں۔“ یہ بھی غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۷) یہی مناظر صاحب اسی صفحہ پر کچھ سطر نیچے لکھتے ہیں کہ: ”صرف چند ضدی مقلدوں کے علاوہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل کسی کا نہیں۔“ جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔

(۸) سنابلی صاحب نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کی من مانی تشریح کی ہے۔

(۹) سنابلی صاحب حضرت طاؤس کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ روایت مرسلہ بالکل صحیح ہے۔ جب کہ سنابلی صاحب کے ہی ہم مسلک و شرب اور مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب راوی حدیث الہیثم کو حسن الحدیث کہتے ہیں۔

(۱۰) سنابلی صاحب حضرت بلب کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن آگے جن ائمہ کا حوالہ دیتے ہیں انہوں نے بجائے تصحیح کے تحسین کی ہے۔

(۱۱) سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔ جب کہ خود ان کے اکابرین اسے ضعیف کہتے ہیں۔

(۱۲) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”جب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بیان کی ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر عمل کریں؟“

جب کہ یہ فریب ہے۔

(۱۳) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ عظیم محدث ہیں بھلا وہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟۔ یہ بھی ایک فریب ہے۔

(۱۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنا جھوٹ، من گھڑت اور سفیان ثوری رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام پر بہتان بھی ہے۔

(۱۵) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل احناف کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امام ابو حنیفہ کے سخت مخالف تھے..... جو سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کے اس قدر مخالف ہوں بھلا وہ احناف کے مسلک کو کیسے اپنا سکتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹ اور فریب کاری ہے۔

(۱۶) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: امام بخاری سے یہ قول ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام مزنی سے یہ قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ یہ امام مزنی کے ساتھ ساتھ دیگر ائمہ

محدثین پر بھی بہتان ہے۔

(۱۷) سنابلی صاحب لکھتے ہیں: (علامہ ابن عبد البر کی) اس جرح مفسر کے خلاف کسی بھی امام نے ابو حنیفہ کی توثیق نہیں کی ہے۔ یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔

(۱۸) سنابلی صاحب نے آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک آثار صحابہ حجت ہی نہیں۔ (دیکھئے اسی کتاب کا ص:.....)

(۱۹) سنابلی صاحب نے حضرت علی کے اثر سے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ اس اثر میں ناف کے اوپر کا ذکر ہے نہ کہ سینہ کا۔

(۲۰) سنابلی صاحب نے حضرت جابر کی حدیث کی من مانی تشریح کی۔

(۲۱) سنابلی صاحب نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث کی تحسین و تصحیح میں تضاد بیانی کی۔

(۲۲) سنابلی صاحب حضرت علی کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ پوری امت کے کسی بھی عالم نے اسے صحیح نہیں کہا۔“

جب کہ یہ جھوٹ ہے۔

(۲۳) سنابلی صاحب حضرت علی کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: کہ اس کے ضعیف ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کا بیان

آگے آ رہا ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ (احناف، ناقل) لوگ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی کہتے ہیں (جو غلط ہے)..... جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۵) سنابلی صاحب امام ابن عبد البر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تحت السرة کی بات ثابت نہیں ہے۔ جب کہ انہی ابن عبد البر کی دوسطرا پر والی

بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

(۲۶) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: متینوں ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں جن میں سے ایک قول سینے پر ہاتھ

باندھنا بھی ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۷) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ بات غلط ہے کہ اہل علم میں سے یہ (یعنی سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) کسی کا قول نہیں۔ بلکہ یہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کا) قول تو

صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۸) سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ اپنی ہی ایک دوسری کتاب ”یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ“ کا حوالہ دیا ہے اور قارئین سے اس کی طرف

رجوع کرنے کی درخواست کی ہے۔ جب کہ یہ فریب ہے۔

(حرف آخر)

ناظرین کرام! انوار الہدٰی جس کا دنیاے اہل حدیث میں بڑا نام ہے اور آج اس جماعت کا ہر چھوٹا بڑا جس کے بل پر چیلنج بازی اور لاکار کی ساری سرحدیں عبور کر چکا ہے، اس کی پوری حقیقت یہی ہے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا، اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کے مقدمہ نگار مشہور اہل حدیث عالم ارشاد الحق اثری صاحب ہیں، (جنہیں خود امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک بھی نہیں معلوم)۔ اور تقریظ نگاروں میں ایک صاحب ابوزید ضمیر نامی ہیں، جنہیں احناف کا ہر چھوٹا بڑا چیلنج اور لاکار سنایا کرتا ہے۔ اور جامعہ سیدنا زبیر حسین صاحب محدث دہلوی کے ناظم تعلیمات رضاء اللہ عبد الکریم نامی ”مناظر جماعت“ بھی ہیں جو ”سلفی“، ”کو سالف“ کی جمع لکھتے ہوئے نہیں شرماتے اور جنہیں ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا صحیح مسلک بھی نہیں معلوم ہے۔ جس کتاب کے مقدمہ نگار اور تقریظ نگاروں کا علمی دنیا میں یہ حال ہو، اس کتاب کا مؤلف کیا کیا گل نہیں کھلائے گا۔

(ایک مخلصانہ مشورہ)

سنابلی صاحب! اگر تبصرہ میں کوئی نازیبا لفظ استعمال ہو گیا ہو تو معاف کیجئے گا۔ یقیناً ایک مسلمان ہونے کے ناطے میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ان شاء اللہ۔ البتہ راقم کا ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ بخوشی بزعم خویش قرآن و سنت کی اتباع میں سینہ پر ہاتھ باندھیں، خود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں اور اس کی فضیلت بھی بتائیں اور اس موضوع پر اپنی تحریریں بھی پیش کریں، کوئی نہ تو آپ کو قرآن و سنت کا مخالف کہے گا، نہ دوسروں کو اس کی تلقین کرنے اور اس مسئلہ کی نشر و اشاعت سے روکے گا، اور نہ ہی آپ کو ناف کے نیچے باندھنے پر مجبور کرے گا، لیکن خدا واسطے قرآن و حدیث کی آڑ میں اس مسئلے کو بنیاد بنا کر امت کے ایک طبقہ پر الزام و بہتان اور تھلیل و تفسیق کر کے امت میں انتشار پیدا کرنا اور اسی کو عین دین و اسلام بنالینا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دانشمندی کی بات ہوگی، اگر آپ کے خیال میں ان کی نماز واقعی قرآن و سنت کے خلاف ہیں، تو اس کے وہ خود ہی جواب دہ ہوں گے۔ کل بروز محشر

دوسرے کے اعمال و افعال کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

ان أريد الاصلاح ما استطعت و ما توفيقى الا بالله

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین

برحمتک یا أرحم الراحمین

احقر العباد

عبدالرشید بن ابوالوفاء قاسمی سدھارتھ نگری

خادم الطلبة مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن، جامع مسجد، چکالہ، سگریٹ فیکٹری،

اندھیری (ایسٹ) ممبئی ۹۹۔ موبائل نمبر: ۰۷۵۰۶۰۰۲۳۶۲

مأخذ ومراجع

- (١) أنوار البدر
- (٢) المصنف لابن أبي شيبة
- (٣) أبو داؤد بتحقيق الالباني
- (٤) سنن دارقطني
- (٥) السنن الكبرى
- (٦) احكام القرآن
- (٧) سنن ترمذى
- (٨) مستدرک حاكم
- (٩) مسند بزار
- (١٠) القول المسدد
- (١١) صحيح لابن خزيمة
- (١٢) بدائع الفوائد
- (١٣) الكافي لابن قدامه
- (١٤) المجموع شرح المذهب
- (١٥) شرح النووى على مسلم
- (١٦) الاوسط فى السنن والاجماع والاختلاف
- (١٧) المغنى فى ضعفاء الرجال
- (١٨) البيان فى مذهب الامام الشافعى
- (١٩) مسائل الامام احمد واسحاق بن راهويه
- (٢٠) تفسير قرطبي
- (٢١) التمهيد لما فى المؤطا من المعانى والاسانيد
- (٢٢) فتح الغفور
- (٢٣) عون المعبود
- (٢٤) الجامع الصحيح
- (٢٥) سنن نسائي
- (٢٦) الضعفاء الصغير
- (٢٧) التاريخ الكبير
- (٢٨) الضعفاء والمتروكين
- (٢٩) الضعفاء والمتروكين
- (٣٠) تدريب الراوى
- الشيخ ابو الفوزان كفايت اللہ السائل
- أبو بكر بن أبى شيبة المتوفى ٢٣٥ هـ
- سليمان بن الأشعث أبو داؤد السجستاني المتوفى ٢٤٥ هـ
- ابو الحسن علي بن عمر الدار قطنى المتوفى ٣٨٥ هـ
- أبو بكر احمد بن الحسين البيهقي المتوفى ٣٥٨ هـ
- أحمد بن محمد المعروف بالطحاوى المتوفى ٣٢١ هـ
- أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذى المتوفى ٢٤٩ هـ
- أبو عبد الله الحاكم النيسابورى المتوفى ٤٠٥ هـ
- أبو بكر أحمد بن عمرو البزار المتوفى ٢٩٢ هـ
- أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر المتوفى ٨٥٢ هـ
- أبو بكر محمد بن اسحاق النيسابورى المتوفى ٣١١ هـ
- محمد بن أبى بكر المعروف بابن القيم المتوفى ٤٥١ هـ
- أبو محمد مؤلف الدين المعروف بابن قدامه المقدسى ٦٢٠ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووى المتوفى ٦٤٦ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووى المتوفى ٦٤٦ هـ
- أبو بكر ابن المنذر النيسابورى ٣١٩ هـ
- أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي المتوفى ٤٨٨ هـ
- أبو الحسين اليمنى الشافعى المتوفى ٥٥٨ هـ
- اسحاق بن منصور الكوسج ٢٥١ هـ
- محمد بن أحمد الخزر جى القرطبي المتوفى ٦٤١ هـ
- ابن عبد البر المتوفى ٣٦٣ هـ
- محمد حياى بن ابراهيم السندى المدنى المتوفى ١١٦٣ هـ
- علامه شمس الحق عظيم آبادى المتوفى ١٣٢٩ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٤ هـ
- أحمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٤ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٤ هـ
- أحمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣ هـ
- عبد الرحمن بن علي ابن الجوزى المتوفى ٥٩٤ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووى المتوفى ٦٤٦ هـ

أحمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر المتوفی ۸۵۲
 أحمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر المتوفی ۸۵۲
 أبو العلاء عبد الرحمن المباركفوری المتوفی ۱۳۵۳ ھ
 حافظ زبیر علی زئی المتوفی
 حمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز الحمد
 أحمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ ھ
 محمد بن یزید المعروف بابن ماجہ المتوفی ۲۴۳ ھ
 أحمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ ھ
 أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الذهبي المتوفی ۴۸۸ ھ
 أبو الحسن نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ
 أحمد بن شعيب النسائي المتوفی ۳۰۳ ھ
 أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزی ۴۲۷ ھ
 أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الذهبي المتوفی ۴۸۸ ھ
 أحمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری، بعد ۹۲۳ ھ
 أبو محمد بدر الدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ ھ
 زين الدين الحدادی المناوی القاهری المتوفی ۱۰۳۱ ھ
 أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدین الألبانی ۱۴۲۰
 أبو العباس شهاب الدین البوصیری ۸۴۰
 حافظ عبد المنان اور حافظ عبد السلام کے تحریری مناظرے
 أبو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی ۲۹۴ ھ
 اسماعیل بن عمر الشافعی المتوفی ۳۷۷ ھ
 ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ ھ
 السيد محمد نذیر حسین المحدث الدهلوی
 نواب صدیق حسن خان بھوپالی
 نواب صدیق حسن خان بھوپالی
 نواب صدیق حسن خان القنوجی البھوپالی المتوفی ۱۳۰۸
 نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان بھوپالی
 أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدین الألبانی ۱۴۲۰
 أبو محمد علی بن أحمد الاندلسی الظاہری ۴۵۶ ھ
 حافظ زبیر علی زئی المتوفی

(۳۱) تہذیب التہذیب
 (۳۲) تقریب التہذیب
 (۳۳) تحفة الأوحی
 (۳۴) نمازیں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام
 (۳۵) شرح زاد المستقنع
 (۳۶) مسند احمد بتحقیق شعيب الارنؤوط
 (۳۷) ابن ماجہ
 (۳۸) مسند احمد
 (۳۹) میزان الاعتدال
 (۴۰) مجمع الزوائد
 (۴۱) السنن الكبرى
 (۴۲) صحيح ابن خزيمة بتحقیق الالبانی
 (۴۳) تہذیب الکمال
 (۴۵) من تکلم فیہ وهو مؤثق
 (۴۶) خلاصة تہذیب تہذیب الکمال
 (۴۷) معانی الأخیار
 (۴۸) فیض القدير
 (۴۹) التکمیل فی الجرح والتعديل
 (۵۰) سلسلة الاحادیث الضعيفة
 (۵۱) مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ
 (۵۲) مکالمات نور پوری
 (۵۳) اختلاف الفقهاء. اختلاف العلماء
 (۵۴) تفسیر لابن کثیر
 (۵۵) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء
 (۵۶) فتاوی نذیریہ
 (۵۷) بدور الأهلہ
 (۵۸) دليل الطالب
 (۵۹) التاج المکمل
 (۶۰) عرف الجادی
 (۶۱) اصل صفة صلاة النبی ﷺ
 (۶۲) ملتی اهل الحديث
 (۶۳) اہل حدیث ایک صفائی نام
 (۶۴) المحلی بالآثار

أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي المتوفى ٤٢٨ هـ

أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم المتوفى ٣٢٤ هـ

عبد الله بن عدی الجرجانی المتوفى ٣٦٥ هـ

علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

شیخ ارشاد الحق اثری

(٦٣) سیر أعلام النبلاء

(٦٥) الجرح والتعديل

(٦٦) الكامل في ضعفاء الرجال

(٢٤) تنقيح سديد بررسالہ اجتہاد و تقلید

(٢٨) پاک و ہند میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث

مؤلف کی تالیفات

﴿غیر مقلدین کا فرار، ایک دلچسپ داستان﴾

حسب ایماء: استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمانی (سابق محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند)

جس میں ائمہ مجتہدین کی اشاعت حق اور اسلام کی صحیح تشریح و درمختار، رد المختار، فتاویٰ ہندیہ، قدوری، ہدایہ شرح وقایہ، بہشتی زیور سے عوام کو بدظن کرنے کی غیر مقلدین کی طرف سے چلائی جانے والی تحریک پر تبصرہ، قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی پر مخالفین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے جوابات، الزامی سوالات، مسلک حق بالخصوص طلاق ثلاث، شراب کی حلت و حرمت، کتے کی خرید و فروخت کے جواز اور کشف و کرامات کی تائید میں قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اسلاف کے اقوال، غیر مقلدین کی لا جوابی، فتنہ انگیزی، کذب بیانی و دروغ گوئی، قرآن وحدیث کے خلاف ان کے عقائد و نظریات اور تقریباً پچاس فروعی مسائل موجود ہیں۔

قیمت: ۴۰ روپیہ

﴿رد بدعات و منکرات﴾

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن فچوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

جس میں قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ، اور عبارات اسلاف سے چند مروجہ بدعات مثلاً میلاد، عرس، تعزیہ پرستی، قرآن خوانی، فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، صلوٰۃ و سلام، بعد مرگ دعوت مروجہ، قبروں پر عمارت، ان پر چراغاں کرنا، طواف کرنا اور سلام و مصافحہ وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

قیمت: ۶۰ روپیہ

﴿ایام قربانی تین یا چار؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں﴾

جس میں قرآن کریم، احادیث رسول اور عبارات محدثین و اسلاف سے قربانی کی اہمیت و فضیلت، اس کی تاریخی و شرعی حیثیت اور ایام قربانی کے تین دن ہونے پر سیر حاصل بحث اور چار دن کی روایات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

قیمت: ۶۰ روپیہ

﴿امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت محدث، فقیہ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات﴾

جس میں احادیث رسول ﷺ، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین و محدثین اور اسلاف کے اقوال سے امام ابوحنیفہ کی تابعیت، مہارت حدیث، تدوین حدیث، فقہائیت، تدوین فقہ اور تعدیل و توثیق وغیرہ پر سیر حاصل بحث اور مخالفین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ (غیر مطبوع)

قیمت: ۶۰ روپیہ

﴿انوار الحجة فی وضع الیدین تحت السرة﴾

(انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر)

پراک سرسری نظر

یہ کتاب دراصل مشہور اہل حدیث عالم شیخ کفایت اللہ سنابلی کی کتاب ”انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر“ کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں جانبین (سینہ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائلین) کی روایات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ سنابلی صاحب کی کذب بیانی، فریب کاری، دروغ گوئی، من مانی حدیث فقہی و حدیث دانی، ائمہ کی طرف غلط نسبت، مسلکی تعصب، تضادات، اعتراضات کے جوابات اور الزامی سوالات موجود ہیں۔

قیمت: ۶۰ روپیہ